نُصرۃ میگزین

جنوری / فروری 2021 بمطابق جمادی الاول/جمادی الثانی 1442 ہجری شمارہ 58

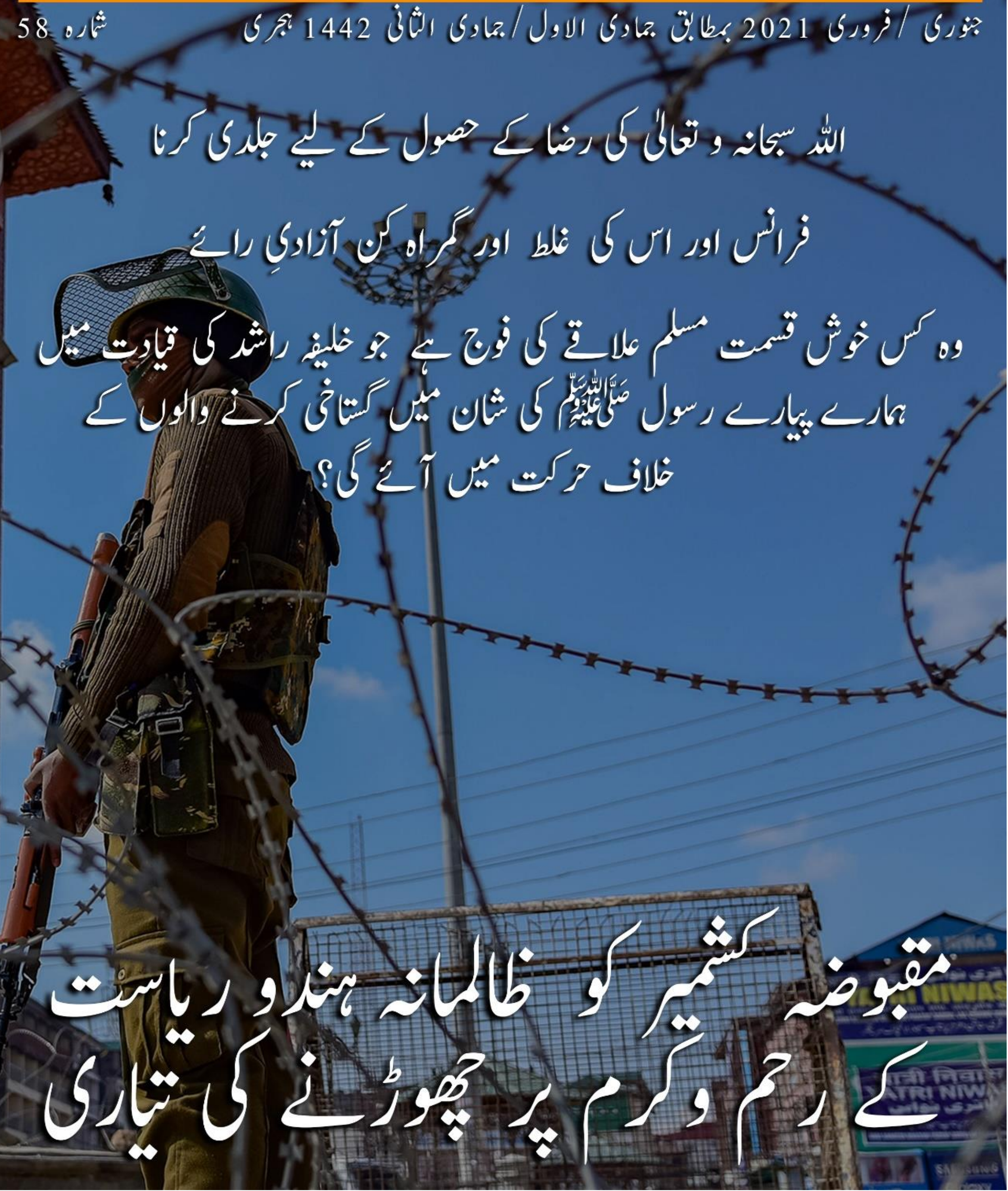

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جلدی کرنا

فرانس اور اس کی غلط اور گمراہ کن آزادیِ رائے

وہ کس خوش قسمت مسلم علاقے کی فوج ہے جو خلیفہ راشد کی قیادت میں ہمارے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف حرکت میں آئے گی؟

مقبوضہ کشمیر کو ظالمانہ ہندو ریاست کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی تیاری

اس شمارے میں

اسلامی فکر کی بحالی 3

تفسیر سورۃ بقرۃ (211-212) 5

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جلدی کرنا 9

آجکل مسلمانوں کے درمیان ہونے والی جنگوں کے بارے میں حکم شرعی (2) 14

میکرون کے توہین رسالت پر مبنی عمل 24

فرانس اور اس کی غلط اور گمراہ کن آزادیِ رائے 28

مقبوضہ کشمیر سے غداری کا سلسلہ شدّ ومد سے جاری ہے 30

بائیڈن کی کامیابی امریکا کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر سکتی ہے 36

رجب طیب اردوگان کی پالیسیاں اسلام کے ترازو میں نیٹو میں ترکی کا کردار (2) 39

مقبوضہ کشمیر کو ظالمانہ ہندو ریاست کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی تیاری 48

خلیفہ اور عبوری امیر سے متعلق احکامات 53

امریکا کے صدارتی انتخابات کے نتائج 62

آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان چپقلش 72

رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف حرکت میں آئے 85

اسلامی فکر کی بحالی

عالمی سطح پر امتِ مسلمہ پر وقوع پزیر ہونے والے واقعات کے متعلق پاکستان کے مسلمانوں کا ردِ عمل اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں میں فکرِ اسلامی اپنے معیار، اہمیت اور جامعیت کے لحاظ سے بڑھتی جا رہی ہے۔ عرب حکمرانوں کی جانب سے فلسطین پر قابض یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کو قائم کرنے کے اعلانات پر پاکستان کے مسلمانوں کا ردِ عمل اس قدر پُرزور تھا کہ پاکستان کے حکمران کو مسلسل اس بات سے انکار کرنا پڑ رہا ہے کہ وہ بھی اسی سمت میں پیش رفت کر رہے ہیں۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آئی کہ فلسطین کے متعلق صیہونی خواہشات کے خلاف عثمانی خلافت کا جواب امت میں بھرپور طریقے سے گردش کرتا رہا اور یہ موضوع بھی زیرِ گفتگو رہا کہ اسلام مسلم سرزمین سے دستبردار ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی بنیاد پر مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے بھی یہی اظہار خیال کیا جا رہا ہے اور یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ افواجِ پاکستان کشمیر کی آزادی کے لیے جہاد کا آغاز کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر ہونے والے حملے میں فرانسیسی حکومت کی سرپرستی کے خلاف بھی پاکستان کے مسلمانوں نے اپنا بھرپور ردِ عمل دیا۔ مظاہروں کے ساتھ ساتھ منظم طور پر فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا گیا اور فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ بات بھی دیکھی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے متعلق پہلی جنگِ عظیم سے قبل کا واقعہ امت میں گردش کرتا رہا، جب برطانیہ اور فرانس کی طرف سے ایسے ہی حملے کے خلاف عثمانی خلافت نے بھرپور ردِ عمل دیا تھا۔ لوگوں نے توہینِ رسالت کے مسئلے پر عثمانی خلافت کی جانب سے فوجی کارروائی کی دھمکی اور موجودہ حکمرانوں کے کمزور ردِ عمل کا موازنہ بھی کیا۔

جب یورپ میں اسلام کے خلاف جارحانہ طرزِ عمل اختیار کیا گیا، جس کی سربراہی فرانس کر رہا ہے جبکہ برطانیہ اس کو آگے بڑھا رہا ہے، تو مسلمانوں نے وسیع پیمانے پر مغرب کی لبرل اقدار کی اور انسانیت کو اچھی زندگی فراہم کرنے میں ان اقدار کی ناکامی کی مذمت کی اور اسلامی قوانین کی حمایت کی جو ذاتی اور خاندانی زندگی کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی و معاشرتی معاملات پر اسلام کے نقطۂ نظر کو اپنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ خلافت کے خاتمے سے قبل، جس کے انہدام کو اس رجب 1442 ہجری میں سو سال ہو جائیں گے، اسلامی فکر زیادہ نمایاں نہیں تھی اور جو اسلامی فکر سامنے آتی بھی تھی تو وہ غیر مربوط ہوتی تھی۔

اسلامی فکر کی مکمل بحالی کا عمل ابھی جاری ہے لیکن جو بات خوش آئند اور حوصلہ افزا ہے وہ یہ کہ یہ صحیح راہ پر گامزن ہے۔اسلامی امت میں دوبارہ نئی زندگی کی روح نہیں ڈالی جاسکتی جب تک وہ اسلامی فکر کو مکمل طور پر گلے نہ لگا لے۔ اسلامی فکر کو مکمل طور پر گلے لگانے کا مطلب یہ ہے کہ امت ہر مسئلہ کو اسلام کے پیمانے کی نظر سے دیکھے اور اسی بنیاد سے اس کے حل کا مطالبہ بھی کرے۔ جیسے جیسے امت اسلام کی جانب پلٹ رہی ہے ویسے ویسے مسلم دنیا کے حکمران مسلمانوں کی شکایات، خواہشات اور ان کے مطالبات کے حوالے سے بیکار ثابت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ حکمران مضبوطی کے ساتھ موجودہ ورلڈ آرڈر سے جڑے ہوئے ہیں جسے مغربی لبرل آئیڈیالوجی (نظریے) کی بنا پر تشکیل کیا گیا ہے۔ مغرب اور موجودہ اسلامی دنیا کے حکمران، دونوں، اس بڑھتی ہوئی خلیج کو نہ صرف محسوس کر رہے ہیں بلکہ اس کے خطرے سے پریشان بھی ہیں، اور اسی لیے حکمران اس خلیج کو کم کرنے کی کوشش میں کہیں دیوانہ وار لوگوں سے التجائیں کر رہے ہیں تو کہیں مسلمانوں پر ظلم و جبر کا رستہ اختیار کر رہے ہیں اور اس کے لیے ریاستی طاقت کو استعمال کر رہے ہیں۔

اس وقت مسلم دنیا کی صورتحال غیر مستحکم ہے اور اس کو اسی حالت میں آگے نہیں چلایا جاسکتا۔ مسلمانوں کو یا تو اپنے اس تصور سے دستبردار ہونا پڑے گا کہ اسلام ایک مکمل طرز زندگی ہے یا پھر حکمرانوں کو گھر جانا پڑے گا۔ اس وقت معاملات ایک موڑ پر آکر پھنس کر تعطل کا شکار ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے اہل قوت، جس میں افواج اور انٹیلی جنس ادارے دونوں شامل ہیں، پر شدید دباؤ ہے۔ عملی طور پر ان اہل قوت کا حکمرانوں کے ناقابل قبول موقف کے ساتھ کھڑے رہنا ہی وہ وجہ ہے جس کی وجہ سے تعطل ختم نہیں ہو رہا، خصوصی طور پر پاکستان میں جہاں مسلمان افواج کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں، لیکن عمران خان کو اقتدار میں رکھنے کی وجہ سے افواج مسلمانوں کی تنقید کا سامنا کر رہی ہیں۔

اس سال رجب 1442 ہجری کو خلافت کے خاتمے کو سو سال پورے ہونے جا رہے ہیں اور پانی سر سے گزر چکا ہے۔ یقیناً اُس فوج کو عظیم عزت حاصل ہو گی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کو بحال کرنے کے لیے سب سے پہلے نُصرۃ فراہم کرے گی۔ صرف اور صرف اسی صورت میں مسلمانوں کی اسلامی فکر اور حکمرانوں کی پالیسیوں اور ایکشنز کے درمیان، اور شریعت کے قوانین اور آئین کے درمیان موجود تضاد ختم ہو گا اور پائیدار ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی۔

Back to Index

تفسیر سورۃ بقرۃ (211-212)

جلیل قدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءتْهُ فَإِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ * زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ اتَّقَواْ فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دیں جو اللہ کی نعمت کو اس کے آنے کے بعد تبدیل کرے تو اللہ اس کو شدید عذاب دے گا، کافروں کے لیے دنیاوی زندگی کو مزین کیا گیا ہے اسی وجہ سے وہ مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ قیامت کے دن متقی ان سے بہت اعلیٰ درجے والے ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"۔

مندرجہ بالا دو آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے:

1۔سابقہ آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے کو لازم قرار دیا ہے، یہ اس شخص کیلئے ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کے ایمان کو قبول کرلے۔لہٰذا اسے چاہیے کہ وحی کے کچھ حصے پر ایمان لا کر کچھ کا انکار نہ کرے، نہ ہی کسی ایسی چیز کی نسبت اسلام کی طرف جوڑے جو اسلام میں سے نہیں، خاص کر جب پورے اسلام پر ایمان لانے کے واضح دلائل اور قطعی حجتیں اس کے پاس آچکی ہیں۔اس کے بعد اللہ نے یہ واضح کردیا کہ واضح نشانیوں کے آنے کے بعد بھی جو اسلام میں پورا داخل نہیں ہوتا اس کے لیے شدید ترین عذاب ہے۔پھر ان آیاتِ کریمہ میں اللہ نے ان لوگوں کے سوال کا جواب دیا جو حیرانگی سے یہ پوچھتے ہیں کہ اس قدر واضح نشانیوں کے بعد کوئی کیسے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا؟ اس کا جواب بنی اسرائیل کی صورت حال پر نظر ڈالنا ہے۔ ان کے پاس قطعی حجت اور دلیل پہنچی جس نے ان پر لازم کیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں، ان پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لائیں، جس میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ پر ایمان کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ سب واضح نشانیاں لائے تھے،اس کے باوجود انھوں نے محمد ﷺ کا انکار کیا، اپنی کتاب میں تحریف کی اور اپنی خواہشات کے مطابق اس میں تبدیلیاں کیں۔انھوں نے ان واضح نشانیوں میں تحریف کی جو ان کے لیے نعمت کے طور پر اتاری گئی تھیں،جو ایمان اور ہدایت کا ذریعہ تھیں۔ انہی کو انھوں نے اپنے کفر اور گمراہی کا

راستہ بنالیا جبکہ وہ یہ جانتے تھے کہ جو اللہ کی نعمت کا کفر کرتا ہے اس کے لیے سخت اور دردناک عذاب ہے۔اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ**﴾، **"بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔**

﴿سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾، "بنی اسرائیل سے پوچھو"۔یہ سوالیہ انداز واضح نشانیاں آنے کے بعد ان کی سرکشی، ہٹ دھرمی اور حق کو ترک کرنے پر جھنجوڑنے اور ڈانٹنے کے لیے ہے۔یہ صرف سوال نہیں کہ وہ جواب دیں تو ان کی حقیقت واضح ہوگی،یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ آپ اپنے مخاطب سے کہتے ہیں :'فلاں سے پوچھو اس پر میرے کتنے احسانات ہیں'، جس میں اس شخص کی سرزنش مقصود ہے، سوال کے جواب کا انتظار نہیں۔

﴿كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ﴾، "ہم نے ان کو کتنی ہی نشانیاں دیں"،(کم) یہاں پر کم خبریہ ہے۔اس کا ممیز(آیة) فعل متعدی کی وجہ سے اس سے جدا ہے۔"من "کو لانا اس لیے لازمی ہوا کہ ممیز اور مفعول میں التباس نہ ہو جیسے کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد میں ہے ﴿**كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ**﴾ ، **"کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے"**(الدخان:25)۔اسی طرح ﴿**وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ**﴾ ، **"کتنے ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا"**(القصص:58)۔اگر"من "نہ ہوتا تو آیت صرف(کم آتیناھم آیة)ہوتی،یعنی تب "آیة" کے بارے میں یہ حتمی طور پر معلوم نہ ہوتا کہ یہ(کم)کی تمیز ہے یا(آتیناھم)کا مفعول۔

2۔دوسری آیت میں اللہ نے کفار کی جانب سے ان کے پاس آنے والی واضح نشانیوں کی پیروی نہ کرنے کی وجہ بیان کی ہے کہ دنیا کی زیب وزینت نے ان کو گھیر لیا ہے جو ان کو اللہ کی نشانیوں میں غور کرنے اور پھر ایمان لانے سے روک رہی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ وہ ان مومنوں کو جو آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور دنیا میں مشغول نہیں ہوتے، وہ ان کی غریبی کا مذاق اڑاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالی نے یہ بتایا کہ جن فقیر مومنوں کا یہ کفار مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس دنیا کی زیب وزینت ہے وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان سے بڑے مرتبے اور درجے والے ہوں گے۔ وہ نعمتوں والے باغات میں ہوں گے جبکہ یہ کفار جہنم میں ہوں گے جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اس لیے مومنین ان سے بالاتر ہوں گے کیونکہ وہ جنت کے اعلیٰ درجات میں ہوں گے اور یہ کفار دھکتی ہوئی آگ میں ہوں گے۔

جہاں تک دنیا میں رزق کی بات ہے، اللہ جس کو چاہتاہے دیتا ہے چاہے کافر ہو یا مومن ،اس حوالے سے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا بلکہ یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ کفار کو بعض دفعہ وسیع رزق دے کر مہلت دیتا ہے کہ مزید گناہ کریں اور بعض دفعہ کسی مومن کو رزق کی تنگی کے ذریعے آزماکر اس کے اجر میں اضافہ کرتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالی نے فرمایا،﴿**وَاللّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ**﴾،**"اللہ ہی جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"**(النور:38)۔

﴿**زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا**﴾،**"کافروں کے لیے دنیا کی زندگی کو مزین کیا گیا ہے"**، مزین کا مطلب یعنی اس کو ان کافروں کے لیے کے لیے میٹھا اور محبوب بنایا گیا ہے جس میں وہ مگن ہوتے ہیں اور اس سے لذت محسوس کرتے ہیں،یہ دوطرح سے ممکن ہے، یہ یا تو اللہ کی طرف سے رزق میں وسعت سے یا پھر شیطانی وسوسوں کی وجہ سے اس کی شہوتوں اور لذتوں میں ڈوب جاتے ہیں۔

پہلی صورت میں ان کے لیے مزین کرنے والا اللہ ہے جو ان کو ڈھیل دیتا ہے جیسا کہ اللہ کا یہ ارشاد،﴿**وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُواْ إِثْمًا وَلَهْمُ عَذَابٌ مُّهِينٌ**﴾،**"تم یہ گمان مت کرو کہ ہمارا کافروں کو مہلت دینا ان کے حق میں بہتر ہے ہم صرف اس لیے ان کو ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہوں کو اور زیادہ کریں اور ان کے لیے توہین آمیز عذاب ہے"**(آلِ عمران:178)۔

دوسری صورت میں مزین کرنے والا شیطان(**لعنة الله عليه**) ہے جو وسوسے ڈالتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اللہ تعالی فرماتاہے،﴿**لأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الأَرْضِ وَلأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ**﴾،**"میں زمین میں ان کے لیے مزین کروں گا اور ان کو بہکاؤں گا"**،(الحجر:39) ۔

یہاں راجح یہ ہے کہ کفار کیلئے دنیا کی زینت سے مرادیہ ہے کہ رزق کی وسعت کے ذریعے دنیا میں کفار کو ڈھیل دی جاتی ہے۔لہٰذا یہ امر رزق سے متعلق ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں قرینہ ہے جہاں اللہ نے فرمایا،﴿**وَاللّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ**﴾،**"جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"**۔

﴿وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُواْ﴾",اور ایمان والوں کا تمسخر کرتے ہیں",یعنی فقیری اور دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کو پیش نظر رکھنے پر ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ اتَّقَواْ فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾"اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے وہ قیامت کے دن ان سے اعلیٰ مقام والے ہوں گے"،کیونکہ وہ (جنت کی اعلیٰ ترین جگہ) علیین میں جبکہ کفار جہنم کی بری ترین جگہ(اسفل السافلین) میں ہوں گے۔

مذاق اڑانے والوں کے بارے میں روایات موجود ہیں چاہے وہ مکہ میں کفار کے سرغنہ ہوں جو مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے یا مدینہ میں یہودی ہوں جو غریب مہاجرین کا مذاق اڑاتے تھے ۔اگر چہ راجح یہی ہے کہ یہ یہود کے بارے میں ہے جو غریب مہاجرین کا مذاق اڑتے تھے کیونکہ سابقہ آیت میں موضوع وہی ہیں مگر اعتبار سبب کے خاص ہونے کا نہیں لفظ کے عام ہونے کا ہوتا ہے، اس لیے اس میں وہ تمام کفار شامل ہیں جن کے اندر یہ خصوصیات موجود ہیں اور وہ ایسا کرتے ہیں۔

Back to Index

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جلدی کرنا

مصعب عمیر، پاکستان

ایک مؤمن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جلدی کرتا ہے۔ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت میں سستی نہیں کرتا، اس کی عبادت ایسی نہیں ہوتی جو اس کے کردار پر اثرانداز ہی نہ ہو۔ ایک مؤمن متحرک، پرعزم، سنجیدہ، مستقل نظم و ضبط اور زبردست نتیجہ خیز صلاحیت کا مالک ہوتا ہے۔ یہ اوصاف اس شخص میں پیدا ہوتے ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرتا ہے، اُس چیز سے محبت کرتا ہے جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کے لیے اچھا سمجھا اور اُس چیز سے نفرت کرتا ہے جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے برا جانا، وہ موت کو یاد رکھتا ہے اور یہ یاد رکھتا ہے کہ قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا، اور اس بات کی مسلسل خواہش کرتا ہے کہ ہر لمحہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خدمت میں گزرے۔ اس قسم کے مؤمنین کی کثیر تعداد کی وجہ سے اسلامی امت نے دوسری تہذیبوں پر زندگی کے ہر شعبے میں بالادستی حاصل کی تھی خواہ وہ فوجی فتوحات ہوں یا پھر فقہ، طب، انجینئرنگ، تعمیرات اور ادب وغیرہ۔ ایسے مؤمنین نے چھوٹی عمروں میں ہی ایک سے زائد شعبوں میں عظمت کی بلندیوں کو چھوا کیونکہ انہیں اسلام پر کامل یقین تھا اور انہوں نے اپنی زندگی کے تمام معاملات کو اسلام کا پابند رکھا تھا۔ یقیناً اسلامی تاریخ ایسے مؤمنین سے بھری پڑی ہے جنہوں نے دنیا پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جبکہ آخرت میں ان کی لیے نیکیوں کی کہکشائیں لکھ دی گئی ہیں۔

جنہوں نے بھی اسلام کے مطابق زندگی گزاری، ان میں سب سے اعلیٰ وارفع، رسول اللہ ﷺ ہیں جنہوں نے اپنی نبوت کے اعلان کے بعد صرف دو دہائیوں میں انسانیت کا رخ تبدیل کر دیا۔ اپنی عمر مبارک کے ایک چھوٹے سے حصے میں، آپ ﷺ نے ایک بہت بڑی اور زبردست امت کی بنیاد رکھی جو قیامت کے دن تک موجود رہے گی، جو پوری دنیا پر اس دین کی بدولت بالادست ہوگی جو آپ ﷺ لے کر آئے اور روز قیامت امت مسلمہ کسی بھی دوسرے نبیؑ کی امت سے کہیں زیادہ بڑی امت ہوگی۔ اپنی زندگی کے صرف ایک تہائی حصے میں آپ ﷺ نے وہ حاصل کر لیا جو دوسرے عقائد اور نظام کے لوگ کئی کئی نسلیں کھپا دینے کے بعد بھی حاصل نہ کر سکے کیونکہ آپ ﷺ ہدایت کا حتمی سرچشمہ تھے، تمام انبیاءؑ کے سردار تھے، تمام رسولوںؑ کے امام تھے اور تمام انسانوں میں سب سے عظیم تھے۔

یہ صرف الہامی وحی، یعنی قرآن اور سنت ہی ہے، جو دماغ کو روشن کرتی ہے، روح کو تقویت اور اعضاء کو توانائی دیتی ہے۔ وہ جو اپنی روح کو قرآن و سنت سے سیراب کرتا ہے، وہ عروج حاصل کرتا ہے اور خوش حال ہوتا ہے، جبکہ وہ جو

اپنی روح کو اس سے محروم رکھتا ہے وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے دیمک سے متاثر درخت کا تنا جو اندر سے کھوکھلا، گلا سڑا اور زندگی سے محروم ہوتا ہے۔ الہامی وحی روح کو کاہلی، وقت کو ضائع کرنے، بے مقصدیت، مشکلات سے دور بھاگنے اور بے آرامی سے گریز کرنے جیسے رجحانات سے پاک کرتی ہے، یہ وہ رجحانات ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر حرکت میں آنے سے روکتے ہیں۔

یقیناً مؤمن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے الفاظ کے مطابق عمل کرنے کا پابند ہے تاکہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جلدی کرے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ "اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے** "(آل عمران، 3:133)۔ مشہور مفسر قرطبیؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا، "جلدی کرنا اور پہل کرنا، جو کہ رد عمل ہیں۔۔۔یعنی، وہ اس کام میں جلدی کرتے ہیں جس سے معافی ملنا لازم ہو جاتی ہے، اور یہ کام اطاعت ہے"۔ انس بن مالک اور مکحول نے **وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ "اور بخشش اور بہشت کی طرف لپکو"** کی تفسیر میں فرمایا، "اس کا مطلب نماز کی پہلی تکبیر ہے"۔ علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا، کہ اس سے مراد "فرائض اعمال کی ادائیگی" ہے۔ عثمان بن عفانؓ نے فرمایا، "اخلاص کے لیے"۔ کلبی نے کہا، "سود سے توبہ کرنا"۔ اور یہ بھی کہا، "لڑائی میں استقامت"۔ اور اس کے علاوہ اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا کہ " اور یہ آیت پوری طرح سے عمومی ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ نیک اعمال میں سب سے آگے ہونا"۔ بغوی نے بیان کیا کہ "عبداللہ بن عباسؓ نے کہا، "اسلام کے لئے"۔ سدی نے اس آیت کے سلسلے میں بیان کیا کہ، "پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی مغفرت کے لئے جلدی کریں اور اس کی جنت کا ادراک کریں، جس کی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی ہے، تو اس کی لمبائی کتنی ہوگی، جسے اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے لئے تیار کیا ہے، کیوں کہ وہ جنت کے لوگ ہیں اور تقویٰ اس کی جانب لے جاتا ہے"۔

یقیناً مؤمن ثابت قدم رہتا ہے، اپنی زندگی کو نیک اعمال سے بھرتا ہے، نیک اعمال کرنے کے مواقع ضائع نہیں کرتا اور خود ایسی صورتحال پیدا کرتا ہے جس میں وہ مزید نیک اعمال کر سکے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ "تو تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو"** (البقرۃ، 2:148)۔ سدی نے اپنی تفسیر میں فرمایا، "نیک اعمال میں سبقت حاصل کرنے کا حکم اچھے اعمال انجام دینے کے حکم سے بالاتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اعمال میں سبقت حاصل کرنے میں انہیں انجام دینا، انہیں مکمل کرنا، انہیں پورا پورا لاگو کرنا اور ان کے لیے پہل کرنا شامل ہے۔ جو شخص دنیا میں

نیک اعمال کرنے میں آگے رہتا ہے، وہ پھر آخرت میں جنت میں بھی آگے ہوگا، تو سب سے آگے رہنا مخلوق کے درجات میں سے سب سے بلند درجہ ہے۔ نیک اعمال میں فرائض اور نوافل اعمال شامل ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد۔۔"۔ طبری نے بیان کیا کہ، "ابو جعفر نے فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر اس کا تذکرہ کیا: 'سبقت حاصل کریں' اور اس لئے وہ پہل کرتے ہیں اور جلد بازی کرتے ہیں، جو سبقت لینا، پہل کرنا اور تیز رفتاری دکھانا ہے"۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں نیک اعمال کی انجام دہی میں پہل، جلدی کرنے اور تیزی کو بیان کیا ہے ویسے ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات کی اہمیت کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ذریعے بھی بیان کیا ہے۔ لہٰذا مبارک سنت میں نیک اعمال میں پھرتی کو ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے فرمایا، **بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنْ الدُّنْيَا "اُن فتنوں سے پہلے جلدی جلدی نیک کام کر لو جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، صبح کو آدمی ایماندار ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو ایماندار ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا اور دنیا کے مال کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا"** (مسلم)۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بھی نیک اعمال کو جلد از جلد کرنے کا سبق ملتا ہے۔ بخاری نے عقبہ سے حدیث روایت کی کہ انہوں نے کہا، "میں نے مدینہ میں عصر کی نماز رسول اللہ ﷺ کی امامت میں ادا کی۔ جب انہوں نے نماز تسلیم کے ساتھ ختم کی، تو وہ جلدی سے کھڑے ہوئے اور اپنی ازواج کے حجروں میں سے ایک حجرے میں جانے کے لیے لوگوں کی قطاروں کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کی جلدی کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگ ان کی اس تیزی کی وجہ سے حیران و پریشان ہیں تو انہوں نے فرمایا، **ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ "مجھے یاد آگیا کہ میرے گھر میں سونے کا ٹکڑا پڑا ہے اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی وجہ سے اللہ کی عبادت میں خلل واقع ہو، تو میں نے اسے صدقہ کرنے کا حکم دے دیا"**۔ یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ مسلمانوں کو ان باتوں کے نفاذ میں جلدی کرنی چاہیے جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نیک اعمال کی طرف تیزی آپ ﷺ کے ارد گرد موجود ایمان والوں پر بھی اثر انداز ہوتی تھی۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ انسؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہؓ مشرکین سے قبل ہی بدر کے میدان میں پہنچ گئے تھے۔ اور جب مشرکین وہاں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ہدایت دی، **لَا يُقَدِّمَنَّ**

أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَى شَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَنَا دُونَهُ **"تم میں سے کوئی بھی مجھ سے آگے نہ نکلے"**۔ جب مشرکین قریب آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ "اب کھڑے ہو جاؤ اور اس جنت کی جانب بڑھو جو زمین و آسمان جیسی وسیع ہے"**۔ عمیر بن الحمامؓ نے پوچھا، "کیا جنت زمین و آسمان جتنی وسیع ہے؟"، رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، **نَعَمْ** "ہاں"۔ عمیر نے کہا "کیا خوب، کیا خوب"! رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا، **مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ** "تمہیں کس چیز نے 'کیا خوب' کہنے پر مجبور کیا"۔ انہوں نے جواب دیا، "اے رسول اللہ ﷺ! اس امید نے کہ شاید میں بھی جنت کا ایک فرد بن جاؤں"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا** "تم یقیناً ان میں شامل ہو گے"۔ عمیر نے کچھ کھجوریں اپنی پوٹلی میں سے نکالیں اور انہیں کھانے لگے، لیکن کچھ لمحوں بعد کہنے لگے، "اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تک میں اپنی کھجوروں کو کھا سکوں، تو یہ بہت طویل زندگی ہو گی"۔ تو انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور دشمن سے لڑنے لگے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے عظیم فوجی جنرل اور سیاست دان پیدا کیے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ مل کر انسانی تاریخ کو تبدیل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس مبارک نسل نے انسانیت تک اسلام کو پہنچانے کے آپ ﷺ کے مشن کو جاری رکھا۔ یہی وہ پہلی نسل تھی، تمام نسلوں سے بہتر، جو بعد میں آنے والی تمام نسلوں کے لیے قابل تقلید ہے۔ لہٰذا وہ سیاست دان جو اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہتے ہیں، آج کے معاشرے میں اسلام کو بنیاد بنانا چاہتے ہیں، وہ صحابہؓ کی مثالیں یاد کرتے ہیں جو دار الارقم سے نکلے اور قریش کے معاشرے میں اس قوت اور تیزی سے پھیل گئے کہ ہدایت کی روشنی کو پورے جزیرۃ العرب کے لوگوں نے بہت ہی کم عرصے میں محسوس کر لیا۔ لہٰذا وہ آرمی کے افسران جو مقبوضہ علاقوں کو آزاد اور نئے علاقوں کو اسلام کے لیے فتح کرنا چاہتے ہیں، انہیں خالد بن ولیدؓ، سیف اللہ، کو یاد کرنا چاہیے۔ کسی بھی جنگ میں کفار انہیں توڑ نہ سکے اور خالدؓ کے متعلق فرمایا گیا کہ، "نہ وہ خود سوتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو سونے دیتے ہیں اور کوئی چیز ان سے چھپی نہیں ہے" (طبری: جلد دوئم، صفحہ 626)۔

یقیناً جب ایک مؤمن کی آبیاری اللہ کی نازل کردہ وحی سے کی جائے اور اسلامی ثقافت سے اس کی نشو و نما ہو تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ وہ منظم اور بھروسے والا ہوتا ہے۔ وہ وقت ضائع نہیں کرتا اور نہ ہی سستی کا شکار ہوتا ہے۔ وہ نماز، زکوٰۃ، جہاد، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جیسی تمام ذمہ داریاں بہترین طریقے سے ادا کرتا ہے۔ وہ اپنے گھر کے اور ذاتی امور اس انداز سے منظم کرتا ہے تاکہ وہ اسلام کی دعوت کے لیے

کام کر سکے۔ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کو قربان کرتا ہے تاکہ آخرت کے اجر کے لیے جدوجہد کر سکے۔ وہ ہر کام مکمل طور پر ادا کرتا ہے اور معاملات اگر معمول کے مطابق چل رہے ہوں تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں جاتا۔

ان تمام باتوں سے بڑھ کر جو بات ایک مؤمن کو دیگر تمام ادیان اور نظریہ حیات کے بہترین افراد سے ممتاز کرتی ہے وہ اُس کی جدوجہد کا ہدف ہے اور اچھے کاموں میں عجلت اختیار کرنا ہے۔ یقیناً وہ مغربی تہذیب کے ثمر آور ہونے سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اِس تہذیب کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی سمت اُسے خبردار، چوکنا اور فکرمند کرتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا "وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں"** (الکھف، 18:104)۔ لہٰذا ان کی ویژن مختصر دنیا کے مادی نفع، فخر اور رتبے کے حصول تک محدود نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی بصیرت (ویژن) جنت کی خواہش کی بدولت وسیع تر ہو جاتی ہے، وہ جنت جس کی وسعت زمین و آسمان سے زیادہ ہے تو اس کی لمبائی کتنی ہو گی۔ اس کی ویژن کا تعین اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر ونواہی کرتے ہیں۔ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کا حصول چاہتا ہے اور ان باتوں سے دور بھاگتا ہے جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ غضبناک ہوں اور سزا دیں۔ اسلام کی غیر موجودگی کی وجہ سے امت کی تکالیف سے اس کا دل غم سے بوجھل ہوتا ہے لیکن پھر اِس یقینِ محکم سے اس کا دل ہلکا ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام امور پر غالب ہے۔ وہ زمین پر دین کے نفاذ کے لیے اپنی دولت، وقت اور صحت قربان کر دیتا ہے۔ اس کے ہونٹ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر سے تر رہتے ہیں اور آنکھیں اللہ کے خوف سے آنسوؤں سے لبریز رہتی ہیں۔ راتوں کو نماز میں اللہ کے حضور کھڑا رہنے سے اس کا بدن دُکھتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ دن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کے لیے بھرپور جدوجہد کرتا ہے۔ تو ایک مؤمن کو حقیقی کامیابی اور خوشحالی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،
إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (51) وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ "مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں" (النور، 52-24:51)۔

Back to Index

آجکل مسلمانوں کے درمیان ہونے والی جنگوں کے بارے میں حکم شرعی (2)

استاد شایف صالح الشرادی- صنعاء

۵- حکمران کے انحراف کے خلاف لڑنا

یہ منحرف حکمران کا تختہ الٹنے کے لئے ہتھیاروں کا استعمال ہے، جوان لوگوں کی رائے کے مطابق کہ جو حکمران کے خلاف بغاوت کریں اس کا مستحق ہے کہ اسے ہٹادیا جائے۔اس کی بہت ساری اقسام ہیں اور ان میں سے بعض کا ذکر حزب التحریر کے بانی اور ممتاز عالم دین شیخ تقی الدین النبھانی کی تصنیف کردہ کتاب ''اسلام میں حکمرانی کا نظام'' میں بھی آیا ہے:

حکمران کا انحراف کیا ہے؟

حکمران کا انحراف اس وقت ہوتا ہے جب وہ اسلام کے فرائض کو ترک کردے، خواہ وہ اپنے ذاتی طرزِ عمل میں ہو یا داخلی یا خارجی پالیسی میں جس کے ذریعے وہ امت کے امور کی دیکھ بھال کرتا ہو۔وہ انحرافات یہ ہیں:

1) حکمران کا گناہوں کا ارتکاب کرنا

2) حکمران کا شہریوں کو گناہوں کا حکم دینا

3) حکمران کا برائیوں کا ارتکاب کرنا جس میں دولت، عہدوں، ملازمتوں اور مراعات کی اجارہ داری شامل ہے جو وہ باقی تمام امت کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے لیے، اپنے خاندان، اپنے رشتہ داروں اور اپنے قریب کے لوگوں کے لئے کرتا ہے۔

4) افراد کو مار پیٹ کر، سزادے کر اور ان کے مال کو ضبط کرکے انہیں نقصان پہنچانا۔

بخاری اور مسلم نے عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره مالم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة (بخاری ۷۱۴۴، مسلم ۱۸۳۹)** "مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے اور ان میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا"۔

کسی حکمران کے انحراف کے خلاف لڑنا اللہ کی راہ میں جہاد ہے، اگر حکمران پہلے ہی کفر اختیار کر چکا ہو۔ جہاں تک وہ حکمران جو اسلام کی بجائے کفر اختیار نہیں کر چکا، صرف انحراف کا مرتکب ہوتا ہے، اس کے ساتھ موزوں سلوک محکمہ المظالم کی عدالتوں کے ذریعہ اسے سزا دینا ہے تاکہ اسے ہٹایا جا سکے۔ اور ایسے معاملے میں کہ اگر وہ اتھارٹی سے جڑا رہے اور اپنے حامیوں کی مدد سے تنازعے کا آغاز کرے تو اس کے خلاف لڑنا بغاوت کے خلاف لڑنا کہلائے گا۔ اس طرح کی لڑائی جائز سمجھی جائے گی، البتہ جہاد کے شرعی معنی کے مطابق، اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کے طور پر نہیں دیکھا جائے گا۔

۷۔ اسلامی ریاست کے قیام کے لئے لڑنا

چونکہ اسلامی ریاست کا وجود ختم ہو چکا ہے، اور اس کے انہدام کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، لہٰذا آج اسلامی ریاست کو دوبارہ قائم کرنے کا طریقہ وہی ہو گا جو رسول اللہ ﷺ نے اسے قائم کرنے کے لئے اپنایا تھا۔ اس کے مراحل یہ ہیں:

ا۔ اسلامی ممالک کے علاقوں میں ایسی فضا پیدا کرنا جو اسلامی دعوت کا مثبت جواب دے جب تک کہ یہ ایک ایسی عوامی رائے پیدا نہ کر دے جو اس دعوت کی حمایت کرے، اور اس دوران اس کا مطالبہ کرنا جس کی طرف یہ دعوت بلاتی ہو یعنی اسلامی افکار اور نظام، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے لیے حمایت کی تیاری بھی کرنا یعنی نُصرہ حاصل کرنے اور قربانیاں دینے کی تیاری، جن کی اس کام کے لئے ضرورت ہے۔

۲۔ وہ ریاست جو اسلامی دعوت پر لبیک کہتی ہے اس میں اپنے زمانے کے اعتبار سے ضروری رجحانات اور شرائط موجود ہوتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ کے معاملہ میں تھا۔ تب اہل نُصرہ کی تلاش کی جاتی ہے، جو اس قابل ہوں اور خود کو اس اقتدار کے سپرد کرنے کے لئے رضامند بھی ہوں جس کے ہاتھ پر وہ اسلامی ریاست کے حاکم کی بیعت کریں، اور جو قوت وہ اہل نصرہ رکھتے ہوں وہ داخلی سطح پر نئے حالات کے خلاف اٹھنے والی ہر بغاوت کو قابو کر سکے اور کسی بھی ممکنہ بیرونی طاقت کا مقابلہ کر سکے جو اس نئی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

۳۔ جب یہ اہل نُصرہ جمع ہو جائیں اور اس شخص کی بیعت کر لیں جسے وہ حاکم کے طور پر منتخب کریں، اور حاکم اسلامی ریاست کے قیام کا اعلان کرے اور موجودہ نظام کو تبدیل کر دے اور اس کی جگہ پر ایک اسلامی نظام قائم کر دے،

اور اس طاقت کو استعمال کرے جو وہ اہل نصرہ رکھتے ہیں تا کہ اس کے خلاف سختی سے حملہ کرے جو کوئی بھی اللہ کے نازل کردہ قانون کے خلاف جنگ کرنے کی کوشش کرے اور جو اس علاقے کی عوامی رائے مطالبہ کرتی ہو۔

اگر اقتدار کے دیگر مراکز اس نئی صورتحال کے بارے میں خاموش رہیں اور خلیفہ کی بیعت کر لیں تو پھر اقتدار کی منتقلی پر امن انداز میں ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تختہ پلٹنے پر ہوا کہ مختلف عہدے رکھنے والے لوگوں میں سے کچھ اسلامی احکامات کے نیچے اور اسلامی ریاست کے مفاد میں اپنے عہدوں پر قائم رہے۔

اگر اقتدار کے کچھ مراکز بغاوت کرتے ہیں اور نئی تشکیل شدہ ریاست پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بیعت عقبہ ثانیہ سے متعلق شرعی نص ان لوگوں کے خلاف لڑنے کے جواز کی تصدیق کرتی ہے جو تنازعات پیدا کرنا چاہتے ہیں، تا کہ نئی صورتحال کی حفاظت کی کو یقینی بنایا جا سکے۔ ایسی صورت میں اقتدار کا تختہ پلٹنے کا عمل خونی ہو گا لیکن شرعی نصوص اس کی اجازت دیتی ہیں۔

آج اسلامی ریاست کے قیام کا یہی طریقہ ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کے لئے لڑنے سے متعلق شرعی حکم یہی ہے جیسا کہ اس کا ثبوت بیعت عقبہ ثانیہ سے ہے جس کی بنیاد پر نبی ﷺ نے اسلامی ریاست قائم کی تھی۔

جہاں تک اسلامی ریاست کے قیام کے دوران یا اس کے بعد اس کے خلاف اٹھنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ حرام ہے۔ اگر فوج کا کوئی گروہ اپنے کمانڈروں کے حکم کے تحت اسلامی ریاست کے خلاف لڑنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسلامی ریاست پر ان کا مقابلہ کرنا واجب ہے کیونکہ اب وہ باغی قوتیں قرار دی جائیں گی جنہوں نے اسلامی ریاست کے اقتدار سے انحراف کیا۔ ان سے لڑنا ایسی بغاوت کے خلاف لڑنا ہے جس نے خلیفہ کی اطاعت چھوڑ دی ہو۔ یہ لڑائی جائز ہے اور اگرچہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد نہیں ہے، لیکن جو شخص اسلامی ریاست کی صفوں میں لڑتا ہوا مارا جاتا ہے وہ صرف آخرت کے شہدا میں شامل ہوتا ہے اور اسے آخرت میں شہید ہونے کا اجر ملتا ہے۔

۸۔ اسلامی سرزمینوں کی وحدت کے لئے لڑنا

اسلامی سرزمینوں کو ایک ہی ریاست کی حیثیت سے ایک ہی امام کے اختیار میں ہونا چاہئے جو مسلمانوں کا خلیفہ ہے جو ان پر اسلام کے مطابق حکمرانی کرتا ہے۔ اس دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک امت کے طور پر اس کے ماتحت ہونا

چاہیئے، ایک واحد قومیت کے طور پر اور انہیں متعدد حکمرانوں کے تحت تقسیم نہیں کیا جانا چاہیئے نہ ہی ایسی اقوام کے طور پر سمجھا جانا چاہیئے جو ایک دوسرے سے جدا ہوں۔

جہاں تک اسلامی ریاست تلے مسلمانوں کی وحدت کی فرضیت کا تعلق ہے، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران ۳:۱۰۳)** "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو"۔

مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے نہیں بنیں گے سوائے اس کے کہ وہ ایک ایسی ریاست یعنی خلافت کے تلے ایک اکائی کی مانند اکٹھے ہو جائیں جو اندرونی طور پر زندگی کے تمام معاملات میں اسلام کے ذریعے حکمرانی کرے اور بیرونی سطح پر دعوت اور جہاد کے ذریعے نور اور ہدایت کے پیغام کو دنیا تک لے کر جائے جو اس ریاست کے دوسری ریاستوں کے ساتھ تمام تعلقات کو استوار کرے۔ اسلام ایک ریاست تلے مسلمانوں کی وحدت کو اور اس ریاست کے تحفظ کو فرض قرار دیتا ہے اور اس ریاست کی مختلف اکائیوں اور ریاستوں میں تقسیم کو حرام قرار دیتا ہے۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں جیسا کہ مسلم نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إذا بويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما (مسلم ۱۸۵۳)** "اگر دو خلفاء کی بیعت ہو جائے تو بعد والے کو قتل کر دو"، مسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية (مسلم ۱۸۵۱)** "اور جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں (خلیفہ کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا"، مسلم نے عرفجہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إنه ستكون هنات وهنات، فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهي جميع؛ فاضربوه بالسيف كائناً من كان (مسلم ۱۸۵۲)** "میری امت میں کئی بار ھنات ہوں گے، تو متحد مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کرنے والے کی گردن تلوار سے اڑا دو خواہ وہ کوئی بھی ہو"۔ ھنات ھنہ کی جمع ہے اور یہاں اس لفظ سے مراد آنے والے فتنے ہیں۔ مسلم عرفجہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم أو يفرق جماعتكم فاقتلوه (مسلم ۱۸۵۲)** "جب کوئی شخص آئے اور تمہارے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرے جبکہ تم ایک شخص (کی امامت) تلے متحد ہو تو اس شخص کو قتل کر دو"، ان دلائل سے یہ واضح ہے:

۱۔ایک ہی خلیفہ کی بیعت ہر مسلمان کی گردن پر ہونی چاہئے، خلافت ایک واحد اکائی ہے،اور مسلمانوں کے لئے ایک سے زیادہ خلیفہ ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

۲۔ان لوگوں کے خلاف لڑنا واجب ہے جو خلیفہ کو بیعت نہیں دیتے یا ان لوگوں کے خلاف جو مسلمانوں کی وحدت میں رخنہ ڈالتے ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا گئی اکائیوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۳۔اسلامی سرزمینوں کو ایک کرنے کے لئے لڑنا متعدد وجوہات کی بنا پر فرض ہے۔

الف- جو لوگ جائز خلیفہ کی اطاعت سے باز رہتے ہیں وہ باغی ہیں اور ان سے اس طرح لڑا جانا چاہئے جس طرح باغیوں سے لڑا جاتا ہے۔

ب۔ وحدت اسلامی فرائض میں سے ہے

ج- مسلمانوں کی سرزمین سے تعلق رکھنے والا خطہ جو خلافت کے ماتحت ہونے سے انکار کرتا ہے وہ اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کے ذریعے حکمرانی کے تحت رہے گا اور یہ شریعت کے مطابق حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے مابین وحدت کے لئے لڑنا شریعت کے مطابق فرض ہے۔اور یہ جائز ہے لیکن شرعی مفہوم کے مطابق یہ اللہ کی راہ میں جہاد نہیں ہے۔

مسلمانوں کے مابین لڑائی کی ممانعت (فتنہ کی جنگ، قتال الفتنہ)

اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کے مابین لڑائی کو مسلمانوں کے دو یا زیادہ گروہوں کے درمیان ایک غیر شرعی تنازعہ گردانا جاتا ہے۔ فتنہ کی لڑائی کا اطلاق مختلف قسم کی لڑائیوں پر ہوتا ہے:

پہلی صورت: لڑائی میں صحیح (المحق) کا غلط (المبطل) سے ممتاز نہ ہونا۔ یہاں فتنہ کی لڑائی ان لوگوں کی وجہ سے ہے جو اس مسلح تصادم میں جہالت یا خلفشار کی وجہ سے یا عصبیت کی خاطر یا کسی اور مقصد کے لئے حصہ لیتے ہیں۔ یہ لڑائی حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتی۔ جہاں تک تصادم والی اصل جماعتوں کا تعلق ہے تو انہیں ان کے اسلحہ استعمال کرنے کے مقصد کی بنیاد پر مبنی بر انصاف یا پھر حد سے تجاوز کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات متصادم جماعتیں ان وجوہات سے لاعلم ہو سکتی ہیں جنہوں نے انہیں شروع میں لڑائی تک پہنچایا۔ لہٰذا اس معاملے میں ان کی لڑائی فتنہ کی لڑائی

ہے، اور انہیں اس سے باز رہنا چاہئے۔ مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا تذهب الدنيا حتى يأتي على الناس زمان لا يدري القاتل فيما قتل، ولا المقتول فيما قتل. فقيل كيف يكون ذلك؟ قال: الهرج، القاتل والمقتول في النار (مسلم ٢٩٠٨)** "قسم اس کی جس کے ہاتھ میری جان ہے دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایک دن آئے گا کہ مارنے والا نہ جانے گا اس نے کیوں مارا اور جو مارا گیا وہ نہ جانے گا کیوں مارا گیا۔"لوگوں نے کہا: یہ کیوں کر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمومی قتل وغارت کی وجہ سے، قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں"۔

دوسری صورت: دو گروہوں کا ایک دوسرے سے بلاجواز تنازعہ کرنا اور ان میں سے کسی کے پاس بھی توجیہ نہ ہونا۔

تیسری صورت: اقتدار کے لئے دو فریقوں کے مابین ناجائز تصادم یعنی اختیار کے حصول کے لئے لڑنا۔

فتنے کی لڑائی روکنے میں صلح کروانے والوں کا کردار:

۱۔ان کے مابین مفاہمت اور دو گروہوں کے مابین جنگ بندی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (القرآن ٤٩:٩)** "اگر مسلمانوں میں سے دو گروہ لڑیں تو ان کی آپس میں صلح کرا دو"

۲۔اگر دونوں میں سے ایک گروہ حق پر ہو اور دوسرا حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو دوسرے گروہ کے مقابلے میں حق والے گروہ کی حمایت کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ (القرآن ٤٩:٩)** "تو اس (گروہ) کے خلاف لڑو جو حد سے تجاوز کرے حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر واپس آ جائے"۔

۳۔اگر دونوں گروہ ظالم ہیں اور اسلامی ریاست ان سب سے لڑنے اور ان پر قابو پانے کے قابل ہے تو پھر اس پر یہ واجب ہے، کیونکہ وہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں۔

۴۔اگر اسلامی ریاست تصادم میں شامل فریقین میں سے ایک ہے، تو ظالم گروہ پر قابو پانے کے لئے ریاست کی حمایت کرنا واجب ہے۔

لوگوں کے حالات کے اختلافات کے مطابق فتنے کی جنگ کی تمام صورتوں سے متعلق حکم شرعی

اول: متصادم جماعتوں کے مابین جاری لڑائی میں کسی مسلمان کی شرکت کا شرعی حکم

فقہی آراء میں اس بات پر اتفاق ہے کہ فتنے کے دوران لڑائی کو چھوڑ دینا فرض ہے سوائے اس صورت کہ جب لڑائی ظلم اور بغاوت کے خلاف کی جارہی ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (القرآن ۱۷:۳۳) "اور کسی کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، سوائے حق کے"، مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كل المسلم على المسلم حرام: دمه، وماله، وعِرضه (مسلم ۲۵۶۴)، "ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے: اس کا خون، اور اس کا مال، اور اس کی عزت"

درحقیقت، شرعی نصوص اختلافات کے خاص حالات کی نشاندہی کرتی ہیں جو مسلمان پر زور دیتے ہیں کہ وہ اس دعوے کے ساتھ لڑائی چھوڑ دیں کہ:

۱۔ میدان جنگ سے دور رہنے اور جہاں تک ممکن ہو سکے غائب رہنے کا لازم ہونا۔ مجمع الزوئد میں طبرانی کی جندب بن سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ادخلوا بيوتكم وأخملوا ذكرهم (مجمع الزوائد ۱۲۳۳۶) "اپنے گھروں میں رہو اور ان (گروہوں) کی طرف توجہ نہ کرو"

۲۔ اپنا سامان لے کر اپنے آپ کو سب سے الگ تھلگ کر لینے کا حکم۔ حاکم کی مستدرک میں ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فإذا نزلت (أي الفتنة) فمن كان له إبل فليلحق بإبله، ومن كان له غنم فليلحق بغنمه، ومن كان له أرض فليلحق بأرضه (مستدرک للحاکم ۸۳۶۱) "جب کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو جس کے پاس اونٹ ہے تو اسے چاہیے کہ اس کو لے کر چلا جائے۔ اور جس کے پاس بھیڑ ہے اسے چاہیے کو اس کو لے کر چلا جائے۔ اور جس کے پاس زمین ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کو لے کر چلا جائے"۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنم میں ہوں گے۔ بزار نے ابو بکرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إذا اقتتلتم على الدنيا، فالقاتل والمقتول في النار (مسند البزار ۳۶۳۷، ۳۶۴۲) "جب تم اس دنیا کے لئے ایک دوسرے سے لڑو گے تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنم میں جائیں گے"۔

دنیا کے مفادات کو حاصل کرنے پر ہونے والے تنازعات کو ایسے دو گروہوں کے مابین تنازعہ قرار دیا گیا ہے جو کہ حق پر نہ ہوں۔ اور اس کو فتنے کی لڑائی کی ایک صورت کہا گیا ہے۔

۴۔ اسلحہ کو تباہ کرنے کا حکم۔ یہاں مقصد لڑنے سے بچنے کی تاکید کرنا ہے، اس طرح کہ اسلحہ کی موجودگی کسی بھی مرحلے میں اسے لڑنے میں استعمال کرنے کا لالچ نہ دے۔ امام شوکانی کی نیل الاوطار کی بعض روایات میں ہے کہ: **كسروا فيها قسيكم (ترمذی ۲۲۰۴، نيل الاوطار ۵ ۳۹۲)** "اپنی کمانوں کو توڑ دو"۔

یہاں توڑنے کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں نہیں آیا بلکہ یہ استعارہ کے طور پر آیا ہے کہ اسلحہ کو اپنی دسترس سے دور رکھنا چاہیے یا اس کو وقتی طور پر بیکار کر دینا چاہیے کیونکہ کفار سے لڑنے کے لئے اسلحہ کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔

دوئم: ایک مسلمان کا فتنے کی لڑائی کے دوران متصادم جماعتوں سے اپنے دفاع کا حکم شرعی جس دفاع کا وہ حقدار ہے، اگر وہ اس کے لئے سنجیدہ ہے۔

فتنے کی لڑائی کے دوران ہتھیار ڈالنے اور اپنے دفاع کو ترک کرنے کے حکم کے بارے میں کئی آرا ہیں:

۱۔ اپنا دفاع کرنا مکروہ ہے

۲۔ اپنا دفاع کرنا مباح ہے

۳۔ اپنے دفاع کو ترک کرنا مندوب ہے

۴۔ ہتھیار ڈالنا اور اپنے دفاع کو ترک کرنا فرض ہے

۵۔ اپنا دفاع کرنا فرض ہے

اس میں مضبوط رائے یہ ہے کہ فتنے کی جنگ کے دوران ہتھیار ڈال دینا اور اپنے دفاع کو ترک کرنا مباح کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ترجیح اس فقہی قائدے پر مبنی ہے کہ (أن الأمر بعد النهي يدل على الإباحة) یعنی "حرمت کے بعد کا (اس فعل کو کرنے کا) حکم اباحت کی طرف اشارہ کرتا ہے"۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد میں یہ حرمت ہے کہ: **وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (القرآن ۱۷:۳۳)** "اور کسی کو قتل نہ کرو جس کو (قتل کرنا) اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سوائے حق کے"۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد کہ: **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (النساء، ۲۹)** "اور اپنے آپ کو قتل مت کرو"۔

یہ کسی شخص کا اپنے آپ کو قتل کرنے یا دوسروں کو اپنے آپ کو قتل کرنے دینے کی ممانعت اور دوسروں کو قتل کرنے کی ممانعت سے متعلق ہے۔ پھر شرعی نصوص میں لڑائی کو لازمی طور پر ترک کرنے کی طلب کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ کہا گیا کہ "كسروا فيها قسيكم" "اپنی کمانوں کو توڑ دو" (ترمذی) اور "قطعوا اتهاركم" "اپنی کمانوں کی تاروں کو کاٹ دو" (ترمذی) اور "اضربوا بسيوفكم الحجارة" "اپنی تلواریں پتھروں پر مار دو" (ابن ماجہ) اور "ثلق ثوبك علی وجهك" "اپنا لباس اپنے چہرے پر ڈال دو" اور "كن كخير ابني آدم" "آدم کے دو بیٹوں میں سے بہتر والے بن جاؤ" (ابو داؤد)۔

یہ واضح کرتا ہے کہ ہتھیار ڈالنے اور کسی کے ظلم کے دوران اپنا دفاع کو ترک کرنے اور فتنہ کی لڑائی کے دوران اپنا دفاع ترک کرنے کا حکم مباح ہے۔ تاہم یہ مطلقاً ہر صورتحال میں جائز نہیں ہے بلکہ یہ فتنے کی جنگ کی صورتحال تک ہی محدود ہے۔ اگر یہ ایسے فساد کی طرف لے جاتا ہے جو کہ اپنے دفاع کو ترک کرنے سے پیدا ہونے والے فساد سے بڑھ کر ہے تو اس معاملے میں اپنے دفاع کا حکم واجب کا ہے جس کی بنیاد عام شرعی قائدے جیسے لا ضرر ولا ضرار "نہ نقصان پہنچانا ہے نہ نقصان اٹھانا ہے" اور يختار أهون الشرين "دو برائیوں میں سے کم کو منتخب کرنا" ہیں۔ فتنے کی جنگ جہاد کے بالکل برعکس ہے۔ جہاد اللہ سبحانہ وتعالی کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے کفار سے لڑنا ہے یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ سبحانہ وتعالی کا ہی غالب ہو جائے۔ جہاں تک فتنہ کی بات ہے، یہ مسلمانوں کی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی ہے، اور جب تک فتنہ موجود رہتا ہے، دین اللہ کے علاوہ کسی اور کا ہوتا ہے اور حاکمیت اس کے دشمنوں کی ہوتی ہے۔

مسلم علاقے جیسے یمن، لیبیا، عراق وغیرہ میں جاری جنگیں فتنے کی جنگیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں اطراف کے گروہ باطل پر ہیں اور ان کے مابین تنازعہ صرف اقتدار اور طاقت کی خاطر ہے۔ نہ تو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے ذریعہ حکمرانی کرنا اور نہ ہی کافروں کے ایجنڈے کو نافذ کرنا کسی بھی طرح جائز ہے۔ ایسی جنگیں حرام ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے اس کا پردہ فاش کریں، مسلم دنیا میں مغربی ریاستوں کے مابین تصادم کی حقیقت کو آشکار کریں اور یہ واضح کریں کہ مسلمان اس تنازعے کا ایندھن ہیں جس کے فائدہ اٹھانے والے کافر اور ان کے ایجنٹ ہیں۔ یہ تنازعہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک نبوت کے طریقہ پر خلافت راشدہ کی واپسی نہیں ہوگی۔ اس فتنہ سے نکلنے کے لئے یہ واجب ہے کہ طاقت رکھنے والے لوگ اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ حکومت کرنے کے اس تنازعے کا حصہ بننے والی افواج کی مدد سے اور ہم خیال انقلابی لوگوں کی مدد سے تبدیلی لا کر وہ اہلِ نصرۃ بن جائیں جو نبی ﷺ کے پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے طریقے پر چلتے ہوئے خلافتِ راشدہ قائم کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (القرآن ۴۲:۱۳) "اسی نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف راستہ دکھادیتا ہے"۔

مجلہ الوعی شمارہ 352

Back to Index

میکرون کے توہین رسالت پر مبنی عمل نے مغرب اور فرانس کے بحران کو بے نقاب کردیا ہے

بلال المہاجر، پاکستان، الراعیہ میگزین شمارہ 308

مغرب کے حکمران، دانشور اور انتہا پسند اسلام اور اس کی حرمات کی توہین کے عادی ہو چکے ہیں کیونکہ انہیں اس بات کا مکمل یقین ہے کہ ان کو رویبضہ (احمق) مسلم حکمرانوں کی جانب سے منہ توڑ جواب دیا جائے گا، نہ ہی مسلم افواج کی جانب سے جنہیں ان حکمرانوں نے بیڑیاں ڈال رکھی ہیں اور نہ ہی علماء کی جانب سے، جن کو ان حکمرانوں نے اپنے مغربی آقاؤں کے خلاف آواز بلند کرنے سے روک رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرانس کے صدر میکرون کو یہ کہنے کی ہمت ہوئی کہ دنیا بھر میں اسلام بحران کا شکار ہے اور اس نے مساجد کے خطیبوں اور اماموں کو حکم دیا کہ وہ صرف وہ بات کریں جو میکرون کی خوشنودی کا باعث ہو اور جو کرپٹ مغربی تہذیب کو بے نقاب نہ کرے۔

بغور جائزے سے ایک شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ مغربی تہذیب، جس نے فرانسیسی انقلاب کے بعد جنم لیا، دنیا بھر میں ناکام ہو چکی ہے اور جس میں فرانس بھی شامل ہے۔ لبرل سیکولر آئیڈیالوجی نے تمام انسانیت کو بدحالی اور بدترین مشکلات کا شکار کردیا ہے۔ اس آئیڈیالوجی نے انسانیت کو کمر توڑ غربت، تباہ کن جنگوں، خوفناک بیماریوں اور بدترین تنازعات میں دھکیل دیا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ 1924 عیسوی بمطابق 1342 ہجری میں خلافت کے خاتمے کے بعد دنیا پر مغربی سیکولر تہذیب کی ایک صدی سے بھی کم عرصے کی غالب حکمرانی نے انسانیت کو ان خوفناک بیماریوں، بحرانوں اور تباہیوں کا شکار کردیا ہے۔

جہاں تک فرانس کا خصوصی طور پر تعلق ہے تو اس نے افریقہ کے لوگوں کی خون پسینے کی کمائی کو لوٹ کر انہیں غربت کے اندھیروں میں دھکیل دیا ہے۔ یہ ایک استعماری طفیلی ریاست ہے جو اپنی محنت اور کوشش کے بجائے دوسروں کی محنت پر پلتی ہے۔ اس بات کا اعتراف فرانس کے سابق صدر فرانسوئس مٹرانڈ (François Mitterrand) نے 1957 میں صدر بننے سے قبل کیا جب اس نے کہا، "افریقہ کے بغیر اکیسویں صدی میں فرانس کی کوئی تاریخ نہ ہوتی"۔ مارچ 2008 میں فرانس کے ایک اور سابق صدر یاک شیراک نے کہا، "افریقہ کے بغیر فرانس گر کر تیسری دنیا کے رتبے میں پہنچ جائے گا"۔ اگرچہ فرانس ایک پلی ہوئی جونک (leech) کی طرح ہے جو افریقہ کے بھرپور غذائیت بھرے خون کو چوس رہا ہے لیکن اس کے باوجود فرانس کی 67 ملین آبادی میں سے 9 ملین افراد غربت کا شکار ہیں، جن میں ایک تہائی بچے شامل ہیں۔ فرانس کے دارالحکومت پیرس کے کچھ علاقوں میں غربت کی شرح چالیس فیصد تک

ہے۔Ipsos/Secours Populaire 2018 کی رپورٹ کے مطابق فرانس کی 21 فیصد آبادی، جو تقریباً 14 ملین بنتی ہے، خوراک کی قلت کا شکار ہے اور انہیں ایک دن میں تین متوازن کھانے نصیب نہیں ہوتے۔

درحقیقت فرانس نہ صرف مغرب کے متعین کردہ 'تیسری دنیا کے ممالک' بلکہ جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرچکا ہے۔ ہم جنس پرستوں نے گرجاگھروں میں دکانیں کھول رکھی ہیں، بچوں کی معصومیت ختم ہورہی ہے اور ہم جنس شادیوں کی اجازت دے دی گئی ہے۔ شادی کے رشتے کے بغیر جنم لینے والے بچوں کے حوالے سے فرانس یورپ کا لیڈر ہے کیونکہ 60 فیصد بچے ایسے گھروں میں پیدا ہو رہے ہیں جہاں والدین شادی شدہ نہیں ہیں۔ بغیر شادی کے پیدا ہونے والے بچوں کی اس قدر بڑی تعداد کی وجہ سے انہوں نے "ناجائز بچے" کی اصطلاح ہی ختم کردی ہے کیونکہ اب وہ اکثریت میں ہیں۔ بالغ عمر میں شادی سے قبل پاک دامنی نہ ہونے کے برابر ہیں اور اسقاط حمل (abortion) کی بلا کسی روک ٹوک کے مکمل اجازت ہے جبکہ اسقاط حمل کی گولیاں لڑکیوں کے اسکولوں میں کھلے عام فروخت کی جاتی ہیں۔ جب فرانس کے سیکولرازم نے خالق، اللہ سبحانہ وتعالیٰ، کے وجود کا بالواسطہ انکار کیا تو اس کے نتیجے میں ایک روحانی خلاء اور بحران پیدا ہوا اور دو سو سے زائد گرجاگھر اس لیے بند ہوگئے کیونکہ وہاں آنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی تھی۔ پس فرانس اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں بھی ذلت کے بدترین درجے پر اتر چکا ہے۔

یہ مثالیں تو اصل مسائل کے انبار کا ایک چھوٹا سا گوشہ ہیں۔ میکرون جس مغربی نظام کی سربراہی کر رہا ہے، الفاظ اُس نظام کی پیدا کردہ کرپشن، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور بحران کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں پیوند لگا کر ٹھیک کرنے کے لیے کی جانے والی سر توڑ کوششوں کے باوجود، مغربی اشرافیہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہوتی جارہی ہے کیونکہ یہ ناکامی بہت وسیع اور واضح ہو چکی ہے۔

لیکن اس کے باوجود میکرون کی ڈھٹائی ہے کہ وہ یہ دعوٰی کرنے کی ہمت کر رہا ہے کہ اسلام بحران کا شکار ہے! اگر میکرون میں ذرہ برابر بھی سچائی کو سہنے کی ہمت ہوتی تو ہم اسے وہ کڑوا سچ سناتے جس کو سننا اسے پسند نہیں۔ اگر اسے اپنے لوگوں سے ذرہ برابر بھی ہمدردی ہوتی تو وہ یہ تسلیم کرلیتا کہ اس کی تہذیب دیوالیہ ہوچکی ہے اور ان سے مدد مانگتا جو فرانس کو ایک نئی زندگی دے سکتے ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے فرانس کے بادشاہ فرانکوئیس اول نے اس سے پہلے مدد مانگی تھی اور اسے عثمانی خلیفہ سلیمان العظیم نے مدد فراہم کرکے 1526 عیسوی میں اسپین کے بادشاہ چارلس پنجم کی قید سے آزادی دلائی تھی۔

حقیقت میں تو مغرب اور اس کی تہذیب، اور فرانس، اس کی آزادیاں اور انقلاب، بحران کا شکار ہے نا کہ اسلام کیونکہ اسلام تو زمین و آسمان کے مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اسلام دنیا میں تیرہ سو سال کے عرصے تک نافذ رہا ہے۔ جہاں جہاں اسلام نافذ رہا، امن و سکون وہاں قائم رہا۔ اسلامی تہذیب کو سوائے گمراہ، جاہل اور بے رحم مغربی صلیبیوں کے کسی بھی چیلنج کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آج انسانیت اور اسلامی امت کو اسی طرح کے چیلنج کا سامنا ہے کیونکہ آج کا امریکا گمراہ اور جاہل یورپ ہی کی ایک نئی وسعت ہے۔ اگرچہ مغربی اشرافیہ یہ دعوی کرتی ہے کہ مسلمان اسلام کی وجہ سے ایک بحرانی کیفیت میں زندگی گزار رہے ہیں، لیکن یہ دعوی ایک دھوکہ ہے۔ در حقیقت مسلمانوں کے بحران کی وجہ مغرب، جس میں فرانس بھی شامل ہے، کی جانب سے ان کی گردنوں پر مسلط کیا گیا استعماری نظام اور ایجنٹ حکمران ہیں۔ مغربی استعماریت کی جانب سے مسلط کی گئی کرپٹ مغربی تہذیب اور اقدار مسلمانوں میں بدبودار قوم پرستی اور قبائلیت کے جذبات بھڑکاتی ہیں جس نے مسلم دنیا میں بحران پیدا کر رکھا ہے۔

ہم جانتے ہے کہ آخر کیوں میکرون نے اسلام کے متعلق یہ بیان دیا۔ در حقیقت وہ اسلام کے دوسرے جنم کو دیکھ رہا ہے جو نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے قیام کی صورت میں ہو گا۔ وہ اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ مغربی تہذیب نے جس تہذیبی خلاء کو جنم دیا ہے اس کو کسی دوسرے انسان کی بنائی آئیڈیالوجی سے پُر نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کی بنائی آئیڈیالوجی اپنی ہر شکل میں ناکام ہو چکی ہے۔ اسلام وہ واحد آئیڈیالوجی ہے جو اس خلا کو پُر کر سکتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام ایک درست آئیڈیالوجی ہے جو انسانوں کے خالق، اللہ سبحانہ و تعالیٰ، کی جانب سے ہے، جو اکیلا یہ جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا پیدا کیا، اور وہ سب سنتا اور دیکھتا ہے۔ ہم اور مغرب کے قائدین، جس میں میکرون بھی شامل ہے، یہ جانتے ہیں کہ اسلامی امت نے اسلام اور مسلمانوں کو ایک بار پھر عظمت کی بلندیوں پر لے جانے کا تہیہ کر لیا ہے اور اس راہ میں شاندار قربانیوں دی ہیں۔ ان شاءاللہ یہ امت اس دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام بہت جلد واپس حاصل کر لے گی۔

اُس وقت دنیا عملاً مغربی سرمایہ دارانہ افکار کی وجہ سے پیدا ہونے والے بحران کو جان اور سمجھ لے گی جب وہ اس کے بلمقابل اسلام کا عملی نفاذ ہوتا ہوا دیکھے گی۔ اُس وقت انسانیت یہ چاہے گی کہ کاش اسلام اس سے پہلے ہی ایک ریاست و حکومت کی صورت میں آ گیا ہوتا۔ اسلام دین فطرت و دین حق ہے، یہ عدل و انصاف کا دین ہے، یہ رحمت اور ہدایت کا دین ہے اور یہ سکون اور اطمینان کا دین ہے۔ اسلام دلیل پر کھڑا ہے، جو باطل کی تردید واضح دلائل کے ساتھ کرتا ہے۔ اور چونکہ مغرب کے قائدین دلیل کا جواب دلیل اور فکر کا جواب فکر سے دینے سے قاصر ہیں، لہٰذا انہوں نے جھوٹ، دھوکہ، فریب، انتشار اور حقائق کو مسخ کرنے کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن انہیں یہ سب کچھ کرنے کا اس وقت

تک موقع ملے گا جب تک اسلام کی ڈھال، نبوت کے نقش قدم پر خلافت، بحال نہیں ہوتی، اور جو بہت جلد واپس آ رہی ہے، ان شاءاللہ۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ

"اور اُس روز مومن خوش ہو جائیں گے، (یعنی) اللہ کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے" (روم، 5-4)

Back to Index

فرانس اور اس کی غلط اور گمراہ کن آزادیِ رائے

انجینئر معیز، پاکستان

آج ہم فرانس میں جس صورتحال کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ تہذیبوں کا تصادم ہے۔ بہت عرصے سے مسلم دنیا کو اس کی حکمران اشرافیہ اور دانشور اس بات پر مجبور کرتے آرہے ہیں کہ وہ بقائے باہمی کے تصور کے تحت اسلامی اور مغربی تہذیب کے درمیان سمجھوتہ کر لے اور مغربی تہذیب کو چند ترامیم کے ساتھ قبول کر لے۔ خلافت کے انہدام کے بعد سے تقریباً ایک صدی کا عرصہ گزر چکا ہے جس میں مسلم دنیا پر ایک ایسا نظامِ حکمرانی تھوپا گیا ہے جو کہ درحقیقت مغربی سیاسی سوچ پر مبنی حکمرانی کا نظام ہے لیکن جس میں کچھ اسلامی اقدار کا تڑکا لگایا گیا ہے تاکہ مسلمان اس کو اسلامی نظام سمجھ کر قبول کر لیں۔ مثال کے طور پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ آزادیِ رائے کی کچھ حدود و قیود ہونی چاہیے تو درحقیقت یہ مغربی تہذیب کو بنیاد بنا کر بحث کا ایجنڈا سیٹ کرنا ہے۔ آزادیِ رائے کی حدود و قیود کا تعین کرنے کا مطالبہ یہ فرض کر کے کیا جاتا ہے کہ مسئلہ آزادیِ رائے کے تصور کو چیلنج کرنا یا مسترد کرنا نہیں ہے بلکہ مسئلہ اس کے غیر محدود اور بے محل استعمال کا ہے۔ یہ موقف اس فکری جبر کا ایک حصہ ہے جس کو مغربی زدہ مسلم اشرافیہ نے مسلم دنیا پر مسلط کیا ہوا ہے۔ اس موقف میں آزادیِ رائے کی سیاسی سوچ کو چیلنج نہیں کیا گیا بلکہ "مخصوص صورتحال" میں صرف اس کے استعمال کو مسئلہ سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا احتجاج اور بحث کا مقصد صرف یہاں تک محدود رہتا ہے کہ مغربی دنیا سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے اقدار کے نفاذ پر دوبارہ غور کریں۔ اس مسئلہ کو اس نظر سے دیکھنا غلط اور ناقص ہے۔

مغربی تہذیب مذہب سے نفرت کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوال کیا ہے کہ آزادیِ رائے میں یہ آزادی کس سے آزادی ہے؟ مسلم دنیا کی مغرب زدہ سیاسی و دانشور اشرافیہ یہ دعوی کرتی ہے کہ یہ آزادی کسی کی بھی طرف سے، خصوصاً ریاست کی جانب سے مسلط کی گئی "جابرانہ پابندیوں" سے عمومی آزادی ہے۔ آزادی رائے کی یہ تاویل جھوٹ اور دھوکے پر مبنی اور قطعی طور پر غلط ہے۔ آزادیِ رائے میں آزادی، مذہب کی جانب سے عائد کی گئی پابندیوں سے آزادی ہے۔ یورپ کی تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اس حقیقت سے واقف ہے۔ سیکولرازم کا تصور، جو کہ ریاست اور کلیسا (چرچ) کی جدائی کا تصور ہے، جدید مغربی تہذیب کی بنیاد ہے۔ عیسائی یورپ کی مذہب کے ساتھ کشمکش نے اسے ایک نئے طرز زندگی اختیار کرنے پر مجبور کیا جہاں اس نے سیاسی میدان میں مذہب سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ یورپی آبادی کی سیاسی زندگی پر مذہب کو پابندی عائد کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہا۔ لہٰذا لبرل ازم اور مغربی تہذیب کی روح

مذہب مخالف ہے۔ یہ سوچ مغربی تہذیب کی بنیاد ہے اور اسی سوچ کی مغرب ترویج کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمانوئل میکرون، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے برباد کرے، نے یہ اعلان کیا کہ: "(فرانس) اپنے کارٹونز سے دستبردار نہیں ہوگا"۔ جب سے یورپی اشاعت کاروں کی جانب سے توہین رسالت پر مبنی کارٹونز شائع کیے گئے ہیں تب سے اب تک تین فرانسیسی صدور نے "توہین رسالت" کے حق میں اپنی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ فرانسیسی عدالتوں نے چارلی ہیبڈو کو قانونی تحفظ فراہم کیا جب کچھ مسلمانوں نے چارلی ہیبدو کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لیے عدالتوں سے رجوع کیا۔ اور اس سے پہلے 2015 میں یورپ اور مغربی دنیا نے چارلی ہیبڈو سے اظہار یکجہتی کے لیے اس نعرے کے ساتھ مارچ کیا: "میں چارلی ہوں"، جو کہ مسلمانوں کی حرمات کو کھلا چیلنج اور ان پر حملہ تھا۔

وقت آگیا ہے کہ مسلم دنیا مغربی تہذیب، اس کے سیاسی وحکومتی نظام اور اس کی اقدار کو مسترد کردے۔ مسئلہ آزادیِ رائے کا نفاذ اور اس کی حدود وقیود کا نہیں بلکہ آزادی رائے بذات خود ایک مسئلہ ہے۔ اسلام گالی دینے، غیبت کرنے اور دوسرے مسلمانوں پر تہمت لگانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مسلمان تو اسلام کی دعوت کے علمبردار ہوتے ہیں۔ ہم اچھی بات یعنی خیر کا حکم دیتے ہیں اور بری بات یعنی منکر سے روکتے ہیں۔ اسلام ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم منکر کا حکم دیں۔ اسلام تو ہمیں منکر کے سامنے خاموش رہنے تک کی اجازت نہیں دیتا۔ تو ہم کس آزادی رائے کی بات کررہے ہیں؟ ہمارے پاس رائے دینے کے حوالے سے واضح اور تفصیلی احکامات موجود ہیں جو قرآن وسنت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ ہماری قدر آزادیِ رائے نہیں بلکہ وہ رائے ہے جس کے اظہار کا قرآن وسنت نے ہمیں حکم دیا ہے۔

یہ وقت ہے کہ مسلم دنیا مغربی تہذیب کو مسترد کردے اور اپنی تہذیب کی بحالی کے لیے کام کرے جو نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے قیام کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ جب ہمارے پاس ریاست کی طاقت ہوگی تو ہم رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت توہین رسالت کرنے والوں کے خلاف عسکری قوت استعمال کرکے کریں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ میکرون جیسے ملعون یا کوئی بھی اپنی سرزمین پر بھی توہین رسالت کرنے کی ہمت کیسے کرتے ہیں۔ جی ہاں، یہی ہمارا موقف ہے اور ہم اس پر ہی کھڑے ہیں۔ ان سب کے خلاف جنگ کی دھمکی یا پھر جنگ جو ہمارے نبی پاک ﷺ کی توہین کرنے کی جرات کرے۔

Back to Index

مقبوضہ کشمیر سے غداری کا سلسلہ شدّ ومد سے جاری ہے

خالد صلاح الدین، پاکستان

اکتوبر 2020 میں معید یوسف کا کرن تھاپر کو دیے جانے والے انٹرویو نے پاکستان میں، آئندہ کئی ہفتوں کے لئے ایک بھرپور بحث کو جنم دیا، جس نے حکومتی مؤقف وضع کیا۔ معید یوسف جس انداز میں کرن تھاپر سے 'نمٹے'، توحسبِ توقع، اس پر حکومتی حلقوں میں کسی حد تک خوشی کا اظہار کیا گیا۔ لگتا ہے اس بات پر شادیانے بجائے گئے کہ وزیراعظم کے لئے پاکستان کے مشیر برائے قومی سلامتی اور اسٹریٹیجک پالیسی منصوبہ بندی نے کرن تھاپر کو "منہ توڑ" ردِ عمل دیا۔ تاہم حقیقت کچھ مختلف ہے۔ موجودہ بیانیہ، محتاط مبصرین کے لئے، جموں وکشمیر کے (بھارت میں) انضمام کے حوالے سے بھارت کی مدد کرنے میں پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت کی ساز باز کا تسلسل ہے۔

چین کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکا اور بھارت کا اتحاد سب کو سمجھ میں آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ واشنگٹن کشمیر کے مسئلے کو جلد از جلد دفن کرنا چاہتا ہے تاکہ بھارت اس محاذ سے فارغ ہو جائے اور اپنی پوری توجہ چین پر مرکوز کر سکے۔ لیکن جو بات صحیح طور سے سمجھی نہیں جارہی ہے وہ یہ ہے کہ کس طرح پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت نے بھارتی اقدامات کی اجازت دی اور حمایت اور سہولت کاری کی جس کے تحت اس نے اپنے آئین کے آرٹیکل 370 کو ختم کیا اور مقبوضہ جموں وکشمیر کو بھارتی یونین میں ضم کر لیا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت لائن آف کنڑول کو مستقل سرحد بنانے کے لیے کام کر رہی ہے۔

بھارتی آئین کے آرٹیکل 370 کو ختم کرنے کا بھارتی منصوبہ کوئی خفیہ منصوبہ نہیں تھا۔ بھارت نواز فاروق عبد اللہ اور محبوبہ مفتی سمیت جموں وکشمیر کی سیاسی جماعتوں نے 4 اگست 2019 کو گپکار اعلامیہ پر دستخط کیے جس کے ٹھیک ایک دن بعد بھارت نے آرٹیکل 370 کو ختم کر دیا۔ اس اعلامیہ پر اس لیے دستخط کیے گئے تھے تاکہ ریاست جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کی حفاظت کی جائے اور اس کو برقرار رکھا جائے۔ لہٰذا گپکار اعلامیہ کا بظاہر مقصد ایک دن بعد آرٹیکل 70 کو ختم کرنے کے بھارتی فیصلے کی عوامی سطح پر مذمت کرنا تھا۔ لہٰذا اگر بھارت کے منصوبے کشمیر میں موجود سیاسی قیادت کے لیے خفیہ نہیں تھے تو اسی طرح یہ منصوبے پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت کے لئے بھی کوئی خفیہ بات نہ تھی۔

لیکن اس تمام صورتحال اور بھارتی منصوبے کے حوالے سے پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت نے مکمل خاموشی کا مظاہرہ کیا جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بھارت کے اس مذموم مقصد کی مخالفت نہیں کریں گے۔ بلکہ 5 اگست 2019 کو پاکستان کے دفتر خارجہ نے اس عزم کا ایک بار پھر اظہار کیا کہ، "۔۔۔پاکستان کشمیر کے مقامی لوگوں کے حق خودارادیت کے حصول کی جدوجہد کی سیاسی، سفارتی اور اخلاقی حمایت جاری رکھے گا" (1)۔ یہ بیان اس بات کا واضح اشارہ تھا کہ بھارت کو اس کے مذموم مقصد سے روکنے کے لیے فوجی قوت کا استعمال سرے سے میز پر رکھا ہی نہیں گیا جس کے نتیجے میں بھارت کو مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے اور انہیں کچلنے کے لیے کھلا موقع مل گیا۔ اس کے علاوہ باجوہ- عمران حکومت نے مسلمانوں کو پاکستان کی جانب سے لائن آف کنٹرول کو پار کرنے سے روکا اور اس طرح مقبوضہ جموں و کشمیر میں موجود مسلح مزاحمت کو درکار اہم مدد کو روک دیا۔

5 اگست 2019 سے قبل بھارت کے لیے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی زبردست جدوجہد اور مزاحمت کو قابو کرنا اور کچلنا ایک بہت بڑا مسئلہ تھا جس میں 5 اگست 2019 کے فیصلے کے بعد مزید اضافہ ہو گیا۔ بھارت کی جانب سے اس قدر وحشیانہ اقدامات کیے گئے کہ کشمیر کے نام نہاد "اعتدال پسند" بھی بھارت مخالف مؤقف اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں تک کہ سابق وزیر اعلیٰ مقبوضہ جموں و کشمیر اور بھارت نواز فاروق عبداللہ کو یہ کہنا پڑ گیا کہ، "آج کشمیری خود کو بھارتی محسوس نہیں کرتے اور بھارتی رہنا بھی نہیں چاہتے۔۔۔ وہ غلام ہیں۔۔۔ وہ خود پر چینیوں کی حکومت کو پسند کریں گے"(2)۔

بھارتی حکومت نے بھارت نواز سیاست دانوں، فاروق عبداللہ، عمر عبداللہ اور محبوبہ مفتی کو 5 اگست 2019 کے بعد گرفتار کر لیا۔ بھارتی حکومت کو جس تعطل کا سامنا تھا، اسے حل کرنے کی ضرورت تھی اور وہ یہ کہ وہ کشمیر میں ایک نئی سیاسی قیادت تیار کرنے کی کوشش کرے۔ اس کام کی شروعات جموں و کشمیر میں پنچائت کے انتخابات سے ہونی تھی جو ایک طرح سے بلدیاتی انتخابات ہوتے ہیں، جو کہ آخری بار دسمبر 2018 میں ہوئے تھے۔ یہ انتخابات فروری 2020 میں ہونا تھے لیکن "امن و عامہ" کی صورتحال کی وجہ سے ملتوی کر دیے گے اور کسی نئی تاریخ کا بھی اعلان نہیں کیا گیا (3)۔ مودی حکومت کے لیے یہ بات ایک بہت بڑا مسئلہ بن گئی ہے کہ کشمیر کے مسلمان نئی صورتحال کو قبول کر لیں۔ مودی حکومت کے لیے یہ لازمی ہو گیا کہ وہ کشمیر کے مسلمانوں کے سیاسی عزم کو توڑنے کے لیے کوئی راہ نکالے تاکہ انہیں

یہ محسوس ہو کہ اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ نئی صورتحال کو قبول کرلیں۔ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت نے مودی کی یہ مشکل گلگت بلتستان کو پاکستان کا صوبہ بنانے کا اعلان کر کے آسان کردی اور مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کرنے کے مودی کے فیصلے کو جواز فراہم کردیا۔

1948 سے پاکستان کا کشمیر کے متعلق یہ موقف رہا ہے کہ وہ اس کے زیر انتظام آزاد کرائے گئے کشمیر کے کسی بھی حصے کو پاکستان میں ضم نہیں کرے گا تاکہ اس کی متنازعہ حیثیت برقرار رہے اور اس مسئلے کو اقوام متحدہ میں زندہ رکھا جائے۔ لیکن باجوہ۔عمران حکومت کی جانب سے گلگت بلتستان کو عارضی صوبے کا درجہ دینے کے فیصلے نے بھارت کی جانب سے 5 اگست 2019 کو آرٹیکل 370 کو ختم کرنے کے فیصلے کو جائز تسلیم کرلیا ہے۔ بھارت نے نجی سطح پر اس فیصلے کو سراہا ہے کیونکہ جموں وکشمیر کے متعلق اس کے یکطرفہ فیصلے کو عملی طور پر گلگت بلتستان میں پاکستان دہراتا ہے تو پاکستان کی جانب سے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی بھارتی خلاف ورزی کا دعوی ختم ہو جائے گا۔ اس معاملے پر پاکستان نواز حریت رہنما سید علی گیلانی نے یہ بیان دیا کہ، "یہ بدقسمتی اور غیر دانشمندانہ قدم ہے اور 5 اگست 2019 کی بھارتی جارحیت کے تناظر میں عملی طور پر اس سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس طرح پاکستان بھارت کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا دے رہا ہے کہ وہ اس سے مارے۔ بھارت اس موقع کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے خیر مقدم کرے گا اور اسے 5 اگست 2019 کو کشمیر کی خصوصی حیثیت کو مسترد کرنے اور اس میں ضم کرنے کے اپنے فیصلے کو جواز کے طور پر پیش کرنے کے لئے استعمال کرے گا"(4)۔

سلگتا ہوا سوال یہ ہے کہ گلگت بلتستان کو پانچواں صوبہ بنانا پاکستان کے لیے کیوں ضروری ہو گیا ہے؟ اگرچہ گلگت بلتستان کے لوگوں کی جائز شکایات اور خدشات موجود ہیں لیکن ان کا مؤثر مداوا اس کی موجودہ حیثیت کو تبدیل کیے بغیر بھی کیا جا سکتا تھا۔ مزید برآں موجودہ نوآبادیاتی نظام تلے پہلے سے موجود صوبوں کے عوام کی بھی تو ہزارہا شکایات اور خدشات ہیں۔

گلگت بلتستان کو عارضی صوبہ بنانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ لائن آف کنٹرول کو سرحد تسلیم کرلیا جائے گا۔ اس طرح سے پاکستان مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی قیادت کا دعویٰ ہی نہیں کر سکے گا۔ مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو

مودی سے مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان کی سیاسی، فوجی اور سفارتی و اخلاقی حمایت کے بغیر اپنی قیادت خود پیدا کرنا پڑے گی جبکہ اس کی حیثیت کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے یعنی اب وہ بھارتی یونین کا حصہ ہے۔

4 نومبر 2020 کو جموں و کشمیر کے انتخابی پینل نے 28 نومبر 2020 کو بلدیاتی انتخابات کا اعلان کیا جو اس سے پہلے فروری 2020 کو ہونا تھے اور انہیں ملتوی کر دیا گیا تھا(5)۔ کیا مودی حکومت کو اس قدر اعتماد ہے کہ وہ ان انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر رہی ہے۔ یقیناً مودی حکومت یہ اعلان نہیں کر سکتی تھی اگر پاکستان نے گلگت بلتستان کو پانچواں صوبہ بنانے کا اعلان نہ کیا ہوتا۔ ایک بار پھر گلگت بلتستان کے انتخابات نے یہ ثابت کیا ہے کہ باجوہ-عمران حکومت مودی کے اقدامات کی نقل کر رہی ہے۔

یہ پس منظر کرن تھاپر کو دیے جانے والے معید یوسف کے انٹرویو، اس میں موجود مواد اور حکومت کے موجودہ بیانیے کے سیاسی سیاق و سباق کی وضاحت کرتا ہے۔ اس انٹرویو میں کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادوں اور سرحد پار دہشت گردی کے موضوعات پر بات کی گئی اور آخر میں کشمیر کے حل پر بات کی گئی۔ اور یہ سب درج بالا سیاق و سباق کے حوالے سے بے معنی موضوعات تھے۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر بحث اور اس پر انحصار کرنا خود کو دھوکہ دینا ہے کیونکہ خود مغربی دانشور اقوام متحدہ کو استعماری طاقتوں کا آلہ کار ادارہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح سرحد پار دہشت گردی پر بحث، جس پر بھارت بہت زور دیتا ہے، نے پاکستان کے لیے ایک پنڈورا باکس کھول دیا ہے۔ اس بات کا انکشاف کہ پاکستان کے پاس آرمی پبلک اسکول پر حملے میں بھارت کے ملوث ہونے کے ثبوت ہیں، درحقیقت سابق فوجی قیادت کو ملزمان کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ راحیل-نواز حکومت نے اچھے طالبان اور برے طالبان کی پالیسی کو ختم کرنے میں جلدی کیوں کی اور افغانستان میں کارروائی کے عمل کا آغاز کیوں کیا؟ بہ الفاظ دیگر معید یوسف اور کرن تھاپر دونوں عوام کے سامنے یہ بات لاتے ہیں کہ دونوں ممالک اور ان کی انٹیلی جنس ایجنسیاں ایک دوسرے کے خلاف پر تشدد پراکسی (proxy) جنگ میں ملوث ہیں۔ لیکن اس انٹرویو کا سب سے اہم حصہ آخری حصہ ہے جب معید یوسف اور کارن تھاپر بحث کو اس جانب لے جاتے ہیں کہ آگے کیا ہونا چاہیے۔ معید یوسف نے کہا، "دیکھیں کرن، پاکستان امن چاہتا ہے۔ پاکستان بات چیت چاہتا ہے جو ہمیں آگے لے جائے۔ اور پاکستان ایسا خطہ چاہتا ہے جو ترقی کرے۔ پہلے یہ بات بہت واضح

ہو جانی چاہیے کہ پاکستان میں کوئی بھی جنگ کی بات نہیں کر رہا۔ آپ جنگ مسلط کرتے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے، اور آپ نے دیکھا تھا کہ پچھلے سال کیا ہوا تھا"۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ پاکستان کی سیاسی اور فوجی قیادت نے جنگ کو مسترد کر دیا ہے جبکہ مودی کی مداخلت کے ساتھ پچھلے سال میں کچھ بھی نہیں بدلا، پاکستان کے پاس ایسا کیا ہے کہ وہ 5 اگست 2019 کے اقدامات کو الٹا دینے کے لئے بھارت پر دباؤ ڈال سکے؟ چونکہ پاکستان تحریک آزادی کشمیر کے لئے کسی بھی سیاسی حمایت سے دستبردار ہو چکا ہے، لہذا بنیادی پیغام واضح ہے۔ مقبوضہ کشمیر سے دستبرداری کی غداری اب سب کے سامنے بالکل واضح ہے۔ اگرچہ سیاسی و فوجی قیادت اخلاقی، سفارتی اور دیگر حمایت کی اصطلاحات استعمال کرتی ہے تاہم طاقت کے اقدامات کی عدم موجودگی میں یہ سب بے معنی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند وہ خطہ ہے جس پر مسلمانوں نے ہزاروں سال حکومت کی ہے اور صرف میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں کی وجہ سے برطانیہ کو یہاں قدم جمانے کا موقع ملا تھا۔ اور اب ہم نریندر مودی جیسے مشرکوں کے سامنے ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں فرمایا، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ** **"اے ایمان والو! مشرک تو پلید ہیں"** (التوبۃ، 9:28)۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمان ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پلید قرار دیا ہے۔ یہ سوچنا کہ بتوں کی عبادت کرنے والے ہندو ہم پر کسی قسم کی بالادستی رکھتے ہیں درحقیقت اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہماری سیاسی و فوجی قیادت کی ذہنیت ایمانی ذہنیت نہیں ہے بلکہ کفار کی سوچ سے آلودہ ہو چکی ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا** **"اللہ اس کے گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہیے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دور جا پڑا"** (النساء، 4:116)۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی بنیادی سوچ اس قدر گری ہوئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ ہم کیسے مشرکین کے سامنے ہتھیار ڈال سکتے ہیں جبکہ ہمارے پاس مضبوط اور بہادر فوج ہے جس کو شہادت کے حصول کے شوق کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے اور جو کشمیر کو آزاد کرانے کی صلاحیت اور شدید

خواہش بھی رکھتی ہے؟ مشرکین کے سامنے ہتھیار اس لیے ڈالے جا رہے ہیں کیونکہ ہماری سیاسی و فوجی قیادت میں کچھ آج کے میر جعفر و میر صادق موجود ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرانا بالکل ممکن ہے اور ہر ایک اس حقیقت کو دیکھ سکتا ہے لیکن اس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنا فرض ہے کیونکہ کامیابی امریکی احکامات پر عمل کی نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات پر عمل اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کی مرہون منت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرپٹ نظام، جو اس قسم کی کرپٹ سیاسی و فوجی قیادت پیدا کر رہا ہے، کو جڑ سے اکھاڑنا اور نبوت کے نقش قدم پر خلافت کا قیام لازم ہے۔ صرف خلافت کے ذریعے ہی ہم کشمیر اور دیگر مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرانے کے قابل ہوں گے اور اپنی مجاہد فوج کو حرکت میں لائیں گے تاکہ دنیا کو اسلام کے تحفظ کے زیر سایہ لایا جائے۔

(1)https://www.dawn.com/news/1498236

(2)https://www.dawn.com/news/1581318

(3)https://www.ndtv.com/india-news/jammu-and-kashmir-panchayat-elections-postponed-over-law-and-order-issues-2182191

(4)https://thekashmirwalla.com/2020/09/pakistan-risks-losing-moral-high-ground-by-changing-status-of-gb-geelanis-representative/

(5)https://thewire.in/politics/jammu-and-kashmir-district-polls-eight-phases-november-28

Back to Index

بائیڈن کی کامیابی امریکا کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر سکتی ہے

عبدالمجید بھٹی

واقع: ٹرمپ کی شدید پریشانی اور طویل انتظار کے بعد آخر کار بائیڈن کو امریکا کے صدارتی انتخابات میں کامیاب قرار دے دیا۔ ٹرمپ نے کہا کہ بائیڈن نے انتخابات چوری کیے ہیں لیکن سینئر ریپبلیکن اراکین نے ٹرمپ کی جانب سے صدارتی عہدے پر ابر جمان رہنے کی کوششوں سے خود کو دور رکھا ہے۔ بائیڈن نے وعدہ کیا ہے کہ، "ایسا صدر بننا جو تقسیم نہیں بلکہ متحد کرنا چاہتا ہے" (1)۔ کیا اتحاد اور زخموں پر مرہم رکھنے پر مبنی بائیڈن کے پیغام پر عمل ہو گا؟

تبصرہ: بائیڈن نے اپنی انتخابی مہم کے ہیڈ کوارٹر پر اپنی حمایتیوں کے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا، "ترقی کرنے کے لیے ہمیں اپنے مخالفین کے ساتھ دشمنوں جیسا رویہ ختم کرنا ہو گا۔ وہ ہمارے دشمن نہیں ہیں۔ وہ امریکی ہیں"[2]۔ بائیڈن نے مزید کہا، "یہ وقت ہے امریکا کے زخموں پر مرہم رکھا جائے۔ بائیڈن نے وعدہ کیا "تمام لوگوں کے اعتماد بحال کرنے کے لیے وہ اپنے تمام کوششوں کو بروئے کار لائے گا۔ لوگوں کا اعتماد جیتا جائے گا"[3]۔

جب بائیڈن کے بلند بانگ باتوں کاری پبلکن کے ووٹروں کے تصورات اور خیالات سے موازنہ کیا جاتا ہے، جو ان انتخابات میں بڑی تعداد میں ٹرمپ کو ووٹ دینے آئے، تو امریکا کے زخموں پر مرہم رکھنے کی بات کوئی بہت ہی دور کی بات معلوم ہوتی ہے۔ ٹرمپ کی حامیوں نے کووِڈ-19 کے متعلق سائنسی حقائق کو مسترد کیا، سفید فام نسل پرستی پر مبنی اقدار کو اختیار کیا، "سیاہ فاموں کی زندگی بھی اہمیت رکھتی ہے" کی مہم کو امن و امان کا مسئلہ قرار دیا اور سازشی مفروضوں پر یقین رکھا۔ تقریباً 50 فیصد ری پبلکن ووٹرز اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ٹرمپ ایک نجات دہندہ ہے جو جنسی لذت کے حصول کے لیے بچے فراہم کرنے والے خفیہ شیطانی گروہ کو ختم کرنے میں مصروف ہے جسے ڈیمو کریٹک سیاست دان اور مشہور شخصیات چلاتے ہیں[4]۔

لیکن اس سے بھی زیادہ جو بات ری پبلکن ووٹرز کو متحرک کرنے کا باعث بنی وہ لیبرل اقدار کا زبردست حملہ ہے جس کے علمبردار ڈیموکریٹ ہیں کیونکہ عیسائی اقدار ان میں گہری جڑیں رکھتی ہیں اور وہ اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی ووٹروں کا 20 فیصد عیسائیت کے ایوینجلسٹ Evangelist گروہ پر مشتمل ہے اور ان کے ووٹ امریکا کے وسط مغربی اسٹیٹس اور سونگ اسٹیٹس میں کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ رائے شماری کے سروے کے مطابق 75 فیصد سفید فام

عیسائی ایوینجلسٹ نے اس سال ٹرمپ کو ووٹ دیے ہیں جبکہ چار سال قبل یہ تعداد 81 فیصد تھی۔ ٹرمپ کی جانب سے سپریم کورٹ میں کی جانے والی حالیہ تعیناتی کی عیسائی مبلغین کی بڑی تعداد نے حمایت کی[5]۔ قدامت پسندوں اور لبرلز کے درمیان موجود اس قدر گہری خلیج کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ 1980 سے یہ خلیج موجود ہے جس کی وجہ سے ڈیموکریٹ اور ری پبلکن واشنگٹن میں ایک ساتھ کام نہیں کر سکتے۔ آئیڈیالوجیکل فالٹ لائنز نے سیاست کو تقسیم کر دیا ہے۔

ٹرمپ کے بعد امریکا میں کووِڈ-19 کی وجہ سے قدامت پسندوں اور لبرلز کے درمیان خلیج میں مزید تیزی سے اضافہ ہو گا کیونکہ عدم مساوات امریکی معاشرے کے ہر پہلو میں پھیلتا جائے گا۔ صرف معاشی عدم مساوات ہی کئی لبرل اسٹیٹس، جیسا کہ کیلیفورنیا اور مشرقی ساحل پر موجود اسٹیٹس، کو یہ سوال اٹھانے پر مجبور کر دے گا کہ وفاقی حکومت کو دیا جانے والا ان کا ٹیکس قرضوں میں ڈوبی ری پبلکن اسٹیٹس کو لبرل اقدار پر قدامت پسند اقدار کی فوقیت کا دعویٰ کرنے کا حوصلہ تو فراہم نہیں کر رہا۔

اس صورتحال میں یہ بات بہت مشکل نظر آ رہی ہے کہ بائیڈن کی فتح قوم کے زخموں کو بھرنے کا باعث بنے گی۔ بائیڈن اپنے پیشرو کے طرح ملک میں اور بیرون ملک لبرل ازم کی حاکمیت کو یقینی بنانے کے لیے کام کرے گا، اور اس کے نتیجے میں اس بات کا امکان ہے کہ قدامت پسندوں اور لبرلز کے درمیان پر تشدد تصادم ہو جائے، ایسا تصادم جو امریکی سیاست اور معاشرے کو مستقل بنیادوں پر توڑ پھوڑ دے۔ یہ صورتحال دنیا میں امریکا کی بالادستی کو محدود کرے گی اور دوسری بڑی طاقتوں کو موقع فراہم ہو گا کہ وہ امریکا کی اندرونی سیاست سے فائدہ اٹھائیں۔

اگر صورتحال ایسے ہی آگے بڑھتی رہی تو مسلم دنیا پر مسلط جابروں کو امریکی حمایت میں کمی آ جائے گی۔ ایسی صورتِ حال میں وہ لوگ جو خلافتِ راشدہ کے دوبارہ قیام کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں انہیں اسلامی ریاست کے قیام کے لیے اپنی کوشش کو کئی گنا بڑھا دینا چاہیے، اگرچہ مسلم دنیا میں کئی لوگ بائیڈن کی کامیابی کے مضمرات کو دیکھنے سے قاصر ہیں بلکہ غلامانہ ذہنیت کی بدولت وہ تو اسلام کی واپسی کے امکانات کو دیکھنے سے بھی قاصر ہیں!

حوالاجات:

[1, 2, 3] https://www.nbcnews.com/politics/2020-election/clinching-victory-president-elect-biden-declares-time-heal-america-n1247013

[4] https://www.usatoday.com/story/news/politics/2020/10/22/qanon-poll-finds-half-trump-supporters-believe-baseless-claims/3725567001/

[5] https://www.theguardian.com/us-news/2020/nov/06/white-evangelical-christians-supported-trump

Back to Index

رجب طیب اردوگان کی پالیسیاں اسلام کے ترازو میں

نیٹو میں ترکی کا کردار (2)

حامد عبدالعزیز- مصر

مجلہ الوعی، شمارہ 408

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی حقیقت کی سٹڈی شعوری ہونا چاہیے،اور ضروری ہے کہ یہ مطالعہ جذبات سے ہٹ کر کیا جائے۔لازم ہے کہ سیاسی حقیقت (واقع) کے بارے میں رائے یا حکم ٹھوس بنیادوں پر مبنی ہو۔اس انداز سے کہ ہم حقیقت کو اُسی طرح دیکھیں اور سمجھیں، جیسے کہ وہ ہے، نہ کہ جیسے ہم اس کا ہونا دیکھنا چاہتے ہیں۔اور اس کے بارے میں حکم یارائے اسلامی عقیدے پر مبنی ہونا چاہیے،ڈانواں ڈول عقیدے پر نہیں،اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اشخاص وافکار پر حکم ایسے اٹل ضابطے پر استوار ہو جس کی اساس اسلامی عقیدہ ہو،ورنہ ہم شعور وآگاہی کھو بیٹھیں گے اور اہلِ عالم ہمیں تباہیوں کی طرف ہنکاتے چلے جائیں گے،جب کہ ہم نیک شگونی میں مست اور زندہ باد کے نعرے لگاتے رہیں گے،حالات ہمیں اس طرح دکھائی دیں گے جیسے کوئی شخص بادل کو دیکھے اور وہ گمان کرے کہ یہ برسنے والے بادل ہیں، مگر ہو یوں کہ اس بادل میں سے دردناک عذاب برآمد ہو جائے،یا حالات ہمیں ایک سراب کی مانند دکھائی دیں جس پر پیاسے شخص کو پانی کا گمان ہو جاتا ہے۔۔۔اور یہ بالکل قابل قبول نہیں کہ اُمت کسی کو اپنے ساتھ دھوکہ دہی کی اجازت دے اور اس کے حالات اس نہج تک پہنچادے کہ جہاں وہ اپنے وسائل،اثاثوں اور صلاحیتوں کو صَرف کرتی رہے،اپنا وقت لگاتی رہے اور آس باندھے کامیابی کی آرزوئیں لے کر بیٹھی رہے، مگر بالآخر ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے،ایسا کسی طور مناسب نہیں۔بالخصوص جبکہ اس کے پاس اپنے رب کی عظیم کتاب موجود ہے،اس نے اس کو ہدایت اور روشنی بنا کر نازل کیا،ایسی کتاب کہ جب تک اُمت اسی سے اپنے پیمانے بنائے گی،اپنے لیے احکامات اخذ کرے گی اور اپنے افکار و خیالات کی بنیاد اسی پر رکھے گی،یہ اُمت کبھی بھی راستہ نہیں بھولے گی۔یقیناً سابقہ ادوار میں اُمت جعلی اور کھوٹی قیادتوں کے گرد اکٹھی ہوتی رہی،ان قیادتوں نے کھوکھلی پالیسیوں کے ڈھول بجا بجا کر امت کو اپنے پیچھے لگائے رکھا اور مبالغہ آمیز القابات کے نعرے لگوائے،باوجودیکہ یہ قیادتیں اُمت کو پے درپے ہزیمتوں سے نہ بچا سکیں،نہ کسی حملہ آور کے ہاتھ کو روک سکیں،بلکہ ان قیادتوں نے اُمت کو تباہیوں کے دہانے لا کھڑا کیا اور امت کے دشمنوں کے مفاد کی خاطر امت کے ہی

اہم اور ناگزیر مسائل سے کھلواڑ کھیلا، مصطفیٰ کمال سے لے کر جمال عبدالناصر اور یاسر عرفات تک سب نے یہی کیا، پس ترک صدر اردوگان کے معاملے میں بھی کسی کو غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

1952 میں ترکی نیٹو (نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن) کا رُکن بنا جسے 4/اپریل 1949 کو واشنگٹن میں قائم کیا گیا تھا۔ ترکی کے نزدیک یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس سے اس کی (مغربی) شناخت کو استحکام حاصل ہوگا، اور اس کا دفاع اور سیکورٹی طویل عرصے کے لیے یقینی بن جائے گی۔ جون 2005 میں ترکی نے دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ملٹری جنرل سٹاف کی عمارت میں TMMM کا صدر دفتر قائم کیا۔ یہ تشکیل ان قراردادوں کے دائرے میں کی گئی جو اس طرح کے بلند سطحی مراکز بنانے کے لیے پاس کی گئی تھیں، ان مراکز کا کام یہ تھا کہ یہ قرارداد پاس کروانے والوں کی رہنمائی کریں گے، نیز ترکی نے ستمبر 2002 میں پراگ میں دہشت گردی کے قدیم وجدید خطرات سے نمٹنے کے لیے منعقد ہونے والی نیٹو سربراہی کانفرنس میں اس منصوبے پر کام کیا تھا۔ یہ صدر دفتر ایک بین الاقوامی فوجی ادارہ ہے، جس میں نیٹو کے سات ممبر ممالک بشمول ترکی کے آفیسرز کام کرتے ہیں، یہ دفتر شہری ملازمین اور نیٹو کے رُکن ممالک اور اس کے ساتھ شریک ممالک کے درمیانے اور اونچے درجے کے افسران کو مختلف تقریبات میں خدمات فراہم کرتا ہے۔ یہ مرکز متعدد موضوعات کے حوالے سے سرگرمی جاری رکھنے کے لیے سیمینار، کانفرنسیں اور ورکشاپ وغیرہ منعقد کرواتا رہتا ہے، مثلاً دہشت گردوں کے مالیاتی وسائل کا خاتمہ، خودکش حملہ آوروں کا مقابلہ اور میڈیا اور دہشت گردوں کے درمیان تعلقات اور دہشت گردی کی نظریاتی (آئیڈیالاجیکل) بنیادوں کا مطالعہ وغیرہ۔ اسی طرح یہ مرکز نیٹو ہیڈکوارٹر میں جاری کاموں بالخصوص دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لیے علمی تعاون اور خدمات پیش کرتا ہے۔

19 مارچ 2003 میں ترک پارلیمنٹ نے عراق پر حملے کے لیے امریکن فورسز کو ترکی کے ہوائی اڈوں کو استعمال کرنے کا بل پاس کیا، اس وقت 322 ارکانِ پارلیمنٹ نے اس کی حمایت اور 202 ارکان نے مخالفت میں ووٹ دیا تھا، ایک رُکن نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا، علاوہ ازیں ترکی نے امریکہ کو مجاہدین کو گوانتاناموں منتقل کرنے کے لیے انجرلیک ائیر بیس کو استعمال کرنے کی اجازت دی تھی، یاد رہے انجرلیک ائیر بیس ترکی کے جنوب میں واقع ہے۔ ان ائیر بیسز کا محض یہی ایک مقصد نہیں تھا، بلکہ ترکی امریکا کو غذا، پانی، ایندھن اور زخمی فوجیوں کے علاج کے لیے ادویات وغیرہ جیسی دیگر ضروریات بھی فراہم کرتا تھا۔ اور عراق میں موجود امریکی افواج کو اکثر لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کے

لیے ترکی کو بطور ایک اڈے کے استعمال کیا جاتا رہا۔ ترکی نے امریکن فورسز کو عراق سے نکلنے کے لیے ترک سرزمین کو استعمال کرنے کی اجازت دینے کا معاہدہ بھی کیا۔

ترکی نے امریکہ کو افغانستان کے خلاف جنگ میں اپنے فوجی اڈے استعمال کرنے کی اجازت دی تھی، اکتوبر 2001ء کو افغانستان کے خلاف جنگ کے آغاز کے لیے 24 گھنٹے سے بھی کم وقت کے اندر اندر ترکی نے امریکی افواج کو اپنی زمینوں اور فضاؤں کو استعمال کرنے کی سہولت فراہم کی۔ ترکی نے نیٹو کے ماتحت ایساف فوجوں (ISAF) کو مدد فراہم کرنے کے لیے 1200 کے لگ بھگ اپنے فوجی بھیجے۔ ترکی نے شمالی مالی میں عالمی فوجی مداخلت میں مدد فراہم کی، آپ تصور کریں ہمارے صلیبی دشمنوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو جس تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا، قتل، تشدد، زمینوں پر قبضہ، عصمت دری وغیرہ جیسے تمام جرائم میں ترکی نے اپنی افواج کے بل بوتے پر ان میں شرکت کی۔

تو امریکہ اور مغربی ممالک ترکی کی طاقت اور اہم سٹریٹیجک محل وقوع کی حامل سرزمین کو استعمال کر کے اسلام دشمن (نیٹو) اتحاد کے مقاصد کو سپورٹ کرنا چاہتے ہیں، پس امریکی طیاروں کے مسلمانوں پر اکثر حملے امریکہ کے ان اڈوں سے ہوتے ہیں جو ترکی کی سرزمین پر موجود ہیں۔ تو اگر اردوگان کا اپنی ملکی سیاست میں کسی فیصلے پر اختیار ہے تو وہ اسلام اور مسلم دشمن نیٹو اتحاد سے فی الفور نکل جاتا، وہ اتحاد کہ جس نے عراق و افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں قتل عام کے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔

روس کے ساتھ تعلق:

روسی استعماری توسیع، جو 1783 میں کریمیا کے انضمام سے شروع ہوئی، سے زیادہ تر نقصان ریاست عثمانیہ کو نقصان اٹھانا پڑا، جس میں اس نے بحر اسود کے شمالی ساحل، بلقان اور وسط ایشیاء کے علاقے کھو دیے، یوں عثمانی ریاست کی پسپائی کی وجہ سے روسی کی ان کامیابیوں، بالخصوص 1854-1856 کی کریمیا کی جنگ میں کامیابی نے، یورپ میں طاقت کے توازن کو الٹ دیا، مزید برآں آبنائے باسفورس پر کنٹرول حاصل کرنے کے حوالے سے روسی توقعات اور عثمانی سلطنت کی مکمل تقسیم پہلی عالمی جنگ کے شروعات میں معاون ثابت ہوئی۔

جبکہ دوسری جنگ عظیم کے دوران ترکی غیر جانبدار رہنے میں کامیاب رہا، لیکن سوویت اتحاد کی پے در پے کامیابیوں کے باعث روس کو یہ لالچ ہوا کہ وہ آبنائے باسفورس پر تسلط حاصل کرلے،اس وقت جوزف سٹالن نے آبنائے باسفورس پر سوویت ترک مشترکہ کنٹرول اور ترکی میں عسکری اڈوں کے قیام کا مطالبہ کیا تھا۔

انقرہ نے سٹالن کے مطالبات ماننے سے انکار کیا، جس کی بنا پر سٹالن نے ترکی میں کیمونسٹ انقلاب کی داغ بیل ڈالنے کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کیا، جس کے جواب میں امریکی صدر ہنری ٹرومین نے ٹرومین آئیڈیالوجی کی شقوں کے مطابق انقرہ کو تعاون کی پیش کی۔ 1952ء میں ترکی نے نیٹو میں شمولیت اختیار کی،اور مصطفی کمال کا ترکی، کیمونیزم کی دشمنی کا ہیڈ کوارٹر اور مغربی اتحاد کے فوجی اڈوں میں سے ایک اڈا قرار پایا۔ لیکن سوویت اتحاد نے ترکی کو کمزور کرنے کی کوشش کبھی نہیں چھوڑی۔ گزشتہ صدی کی اَسّی کی دہائی میں اپنی واضح ترین کوشش کے دوران روس نے انقرہ کے خلاف کردستان کی لیبر پارٹی کی سول نافرمانی کی تحریک کو سپورٹ کیا۔

پڑوسی ممالک کے حوالے سے انقرہ- ماسکو کشمکش جاری رہی۔ گزشتہ صدی کی نوے کی دہائی میں ترکی نے مغرب کے تعاون سے تاریخی اور ثقافتی تعلقات سے فائدہ اُٹھانا چاہا،تاکہ ترکی زبان بولنے والی وسطی ایشیا کی اسلامی جمہوریتوں کے محافظ کی حیثیت سے ترکی روس کی جگہ لے سکے۔اس کے علاوہ انقرہ اور ماسکو نے آرمینیا اور آذر بائیجان کے درمیان کشمکش میں متحارب گروہوں کو سپورٹ کیا۔یہ کشمکش ناگورنو کاراباخ صوبے پر شروع ہوئی تھی جو 1994 میں جنگ بندی معاہدے کے بعد رُک گئی تھی۔

جنوری 2002ء میں دونوں ممالک کے درمیان معاہدے کے نتیجے میں روس نے کردستانی لیبر پارٹی کی پشت پناہی چھوڑ دی، جبکہ ترکی نے چیچنیا اور شمالی قفقاز Caucasus کی دوسری جماعتوں کے حوالے سے سخت ترین موقف اپنایا، یہ جماعتیں ترکی کی سرزمین کو کاروائیوں کے لیے استعمال کرتی تھیں۔ باجودیکہ ترک قوم کی طرف سے ان جماعتوں کو بہت زیادہ ہمدردی حاصل تھی۔ چنانچہ روس کو چیچنیا پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کی شہ ملی اور اسے چیچن مجاہدین کی تحریکات کا قلع قمع کرنے کی ہمت پیدا ہوئی، جو روسی اثرونفوذ سے آزادی کے لیے برسرپیکار تھے۔

2008ء کی آمد پر روس ترکی کا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر بن گیا۔ دونوں ممالک کے درمیان معاشی تعلقات کے قیام میں انرجی سیکٹر ہی سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔2009 میں ترکی نے، جس کے پاس ہائیڈرو کاربونیٹ کے

قلیل مواد کے سوا کچھ نہیں تھا، اپنے چالیس فیصد سے زیادہ پیٹرولیم درآمدات روس سے حاصل کیں۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ روس ترکی کو 57 فیصد سے زیادہ قدرتی گیس فراہم کرتا ہے۔ اقتصادی تعلقات بڑھتے بڑھتے ایٹمی توانائی، تعمیرات، سیاحت اور دیگر شعبوں تک پھیل چکے ہیں۔

29 ستمبر 2015 کو پیوٹن اوبامہ ملاقات کے بعد، جب امریکہ نے روس کو ملکِ شام میں براہِ راست مداخلت کا موقع دیا، تو اس نے اردوگان کو ہدایات دیں کہ وہ پیوٹن کے ساتھ فضائی خلاف ورزیوں کے حوالے سے بات چیت کرے جو شام کے مسلمانوں پر حملوں کے دوران روسی فضائیہ سے سرزد ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ جس فضائی اڈے سے روسی دشمن طیاروں اڑان بھرتے تھے وہ ترکی کی سرحد کے قریب تھا۔ اس کی وضاحت روسی جنرل نے رشیا ٹوڈے پر ان الفاظ میں کیا: روسی فضائیہ کو ائیر سپیس کی تنگی کی وجہ سے طیارے اُڑانے اور اُتارنے کے دوران ترکی کی فضائی حدود میں داخل ہونا پڑے گا۔" پھر اردوگان نے اس مفاہمت کا اعلان کیا، یوں اردگان مسلمانوں کا ناحق خون بہانے میں کفر کا شریک بن کر بہت بڑی خیانت کا مرتکب ہوا۔

24 نومبر 2015 کو ترک طیاروں نے ترکی کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنے پر ایک روسی طیارہ مار گرایا، جس کے بعد ان دونوں کے تعلقات ایک دفعہ پھر خراب ہوئے، پیوٹن نے اس کاروائی کو پیٹھ میں چھرا گھونپنا قرار دیا، لیکن اردوگان نے ذاتی طور پر اس کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ اردوگان نے معاملہ کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ 27 جون 2016 کو روس سے معذرت کی، پھر اس کے بعد دونوں نے 9 اگست 2016 کو سینٹ پیٹرز برگ میں ملاقات کی، اس ملاقات کے نتیجے میں روسی فضائیہ نے شام کے جابر کا ساتھ دیتے ہوئے سربراہی کانفرنس کے دوران ہی مسلمانوں پر اپنے حملے تیز کر دیے اور چند دنوں میں سینکڑوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ روس کے حملے مسلسل جاری رہے کیونکہ اسے کوئی روکنے والا نہیں، اکثریتی مسلم ملک ترکی کے صدر اردوگان سے، بغیر کسی اعتراض کے، روس نے اس پر اتفاق حاصل کیا، یوں اردگان نے شام کے مسلمانوں کو جھوٹ بول کر دھوکہ دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تعاون کرے گا۔

یہ معلوم ہے کہ اردوگان کا ترکی اپنی پالیسیوں میں امریکہ کا ہمنوا ہے اور اردوگان کے دور میں ترکی کسی قابلِ ذکر معاملہ میں امریکی مدار سے نہیں نکلا، سو اس کی تمام پالیسیاں امریکی مفادات کے دائرے اندر اندر رہی ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ امریکہ نے اردوگان کو مجبور کیا کہ وہ شام میں امریکہ کے خدمتگار روس کے ساتھ مفاہمت کرے،اور روسی جنگی طیارہ مار گرانے کے موضوع کو بھول جائے جس کے بارے میں سب جانتے تھے کہ غلطی روس کی تھی۔ سب نے دیکھا کہ ترکی اور روس کے ذریعے کس طرح امریکہ نے شام میں حالات پر کنڑول کو ممکن بنایا، بشار الاسد کی حکومت کو متبادل کی تیاری سے قبل گرائے جانے سے بچالیا اور مغربی کردار کس طرح مکمل طور پر پسِ پردہ چلا گیا یا پھر عنقریب او جھل ہونے والا ہے۔

اتوار یکم مارچ 2020 کو ترکی نے اعلان کیا کہ ہم نے شام کے شمال مغرب میں واقع اِدلب شہر میں شامی حکومت کے خلاف فوجی آپریشن شروع کیا ہے، یہ آپریشن ان حملوں کے خلاف ہے جن کی وجہ سے انقرہ کو نا قابل تلافی نقصانات اٹھانے پڑے۔ ترکی وزیر دفاع خلوصی اکار Hulusi akar نے کہا: آپریشن (سپرنگ شیلڈ) جو 24 فروری کو ادلب پر بدترین حملوں کے بعد شروع کیا گیا، کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ انقرہ کا روس کا مقابلہ کرنے کے لیے ارادہ ہے نہ ہی کوئی شوق۔ باوجودیکہ روس بشار الاسد کی صدارت میں قائم شامی حکومت کی پشت پناہی کرتا ہے۔

سوچی آرٹیکلز Sochi کے نفاذ اور بین الاقوامی راستے کھولنے کے لیے اردوگان کی مسلسل کوشش،اور اس کے لیے درکار منظم تباہی اور گھربدری، سڑک کے کنارے واقع تمام شہروں اور دیہاتوں کو بشار الاسد حکومت کے حوالے کر دینا (جس کا ترکی نے سرکاری طور پر اعتراف کیا)، یہ سب امور بالکل واضح ہیں۔ اس کے بعد پے درپے ترک بددیانتی کے نکات سامنے آتے ہیں، بددیانتی اس طرح کہ اردگان کے بارے میں اچھا گمان کیا جاتا ہے، لیکن اس کا کردار یہ ہے کہ وہ شام کے بشار الاسد کی مدد کے طور پر کسی بھی ایسی تحریک کی نگرانی کر رہا تھا جو اخلاص کے ساتھ اسد کے مجرمانہ ٹولے کے خلاف برسرپیکار تھی۔

اس کے بعد امت کے حوصلے کو توڑنے کے لیے بمباری اور گھربدری کی شدید قسم کی مکرر لہریں اُٹھیں، تاکہ امت کو امریکہ کے ڈیزائن کردہ سیاسی حل پر قائل کیا جاسکے۔ پھر اردوگان اس خونریزی کو بند کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا دکھائی دیتا ہے۔۔۔ فضا بار بار کے غیر سنجیدہ اور سرسری اختلافات کے تبادلے سے کبھی خالی نہیں رہتی، تاکہ خیانت پر پردہ ڈالا جاسکے، اختلافات بھی بعض سطحی باتوں سے آگے نہیں گذرتے۔ جب کہ ترکی بلا کسی جھجک یا شرم کے کھل کہتا ہے

کہ وہ سوچی معاہدے کی طے کردہ حدود تک واپس لوٹنے کے لیے روس پر دباؤ ڈالے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روس کے لیے وہی چیز قانونی بنانے پر تلا ہوا ہے جو پہلے سے مسلّمہ اور مانی ہوئی ہے، جبکہ اسی دوران بلکہ اس کے بالمقابل ترکی اور روس کے درمیان تجارتی سامان کے تبادلے اور ہم آہنگی کی سطح بھی بلند سے بلند تر ہوتی جاتی ہے۔ گویا ہم خرید وفروخت کا سامان ہیں۔ پھر حکومت پر ترکی طیاروں کی بمباری کے ڈراموں کا مرحلہ آتا ہے، جن کا مطلب فقط اتنا تھا کہ اپنی گرتی ساکھ کو دوبارہ بڑھا سکے، اور لوگوں کو ایک دفعہ پھر اپنی زہریلی رسی کے ساتھ چمٹنے پر ابھارے۔ اصل سوال جو اس موقع پر پیش کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ سابق ادوار کے ان شامی علاقوں کا انجام کیا ہوا جہاں جنگ میں تخفیف کی گئی تھی اور جن کے امن وتحفظ کی ضمانت دی گئی تھی اور ان علاقوں کے باشندوں کا کیا ہوا؟ کیا وہاں دوبارہ بشار الاسد حکومت کا تسلط قائم نہیں ہوا اور وہاں کے باسیوں کو اپنے گھر چھوڑ کر شمال کی طرف نقل مکانی نہیں کرنا پڑا؟

بلاشبہ روس اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ملک ہے، اس نے مسلمانوں کو چیچنیا اور افغانستان میں قتل کیا اور اب شام میں یہی کھیل کھیل رہا ہے، اس نے کوئی ایسا میزائل یا اسلحہ نہیں چھوڑا جس کا تجربہ اس نے شام کی عورتوں، بوڑھوں اور بچوں پر نہیں کیا، اور شام کے تمام اطراف میں اس کے قتل عام کی کاروائیاں اب تک جاری وساری ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں دشمنوں اور ظالموں کی طرف جھکنے سے ڈرایا ہے، اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو آگ کی وعید سنائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلَا تَرْكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ)"اور اے مسلمانو! ان ظالموں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا ، کہیں دوزخ کی آگ تمہیں بھی آ پکڑے، اور تمہیں اللہ کو چھوڑ کر کوئی اور دوست میسر نہ آئیں، پھر تمہاری کوئی بھی مدد نہ کرے گا"(ہود 113)۔

اردوگان کو کس قسم کا اسلام درکار ہے:

اردوگان نے اپنی ایک تقریر میں، جو اس نے 2018/03/08 کو عورتوں کے عالمی دن کی مناسبت سے منعقد ایک جلسے میں کی تھی، کہا تھا، "اسلام کا نفاذ چودہ پندرہ صدیاں پرانے احکامات کے نفاذ سے نہیں ہو گا، بلکہ اس کا نفاذ جگہ، وقت اور حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے، اور اسی میں اسلام کا حسن پوشیدہ ہے"۔ تو اسلام کے بارے میں جب اردوگان کی یہ رائے ہے کہ اسلام کو موجودہ دور سے ہم آہنگ بنانے کے لیے اس میں تجدید کی ضرورت ہے تو پھر اس کے

چاہنے والے کس قسم کے تدریجی اسلام کی بات کرتے ہیں؟اور وہ کس قسم کی خلافت ہے جس کو کبھی اردوگان قائم کر سکے گا؟اس نے تو اپنے ملک میں سیکولر نظام نافذ کیا ہوا ہے، جس کا اسلام کے ساتھ ادنیٰ سا بھی تعلق نہیں،اور اردگان بھی انہی بنیادوں پر کھڑا ہے جس پر سرمایہ دارانہ کفریہ نظام کھڑے ہیں۔ جس بات سے تصویر بالکل واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ترکی کے لوگوں کی غالب مسلم اکثریت اپنے عقائد اور زندگی کے حوالے سے اپنے اختیار کردہ تصورات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں، مگر یہ سب ریاست اور دین کی جدائی کی بنیاد پر ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان شراب پیتا ہے، یا زنا کا مرتکب ہو، چوری، قتل کرے یا مرتد ہو جائے، تو اس پر شرعی سزائیں اور حدود جاری نہیں کیے جاتے۔ حتیٰ کہ ہمیں ترکی کے بعض سیاحتی مقامات پر وہ کچھ بھی دیکھنے کو ملتا ہے جس کو جنسی سیاحت کہا جاتا ہے،اردوگان کو کوئی احساس نہیں کہ ایک حاکم کی حیثیت سے شریعت اس پر لازم کرتی ہے کہ وہ اس کو روکے۔ حکومت کی نسبت سے جہاں تک بات ہے تو ترکی میں ہر کام اب بھی اتاترک کے طرزِ حکومت پر ایسے ہی ہو رہا ہے جیسے اردوگان کے حکومت میں آنے سے پہلے ہوا کرتا تھا۔فرق صرف اتنا ہے کہ اتاترک کا اختیار کردہ سیکولرازم اول نمبر کا اسلام دشمن اور مذہب سے دشمنی پر مبنی تھا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس نے عربی میں اذان پر پابندی لگائی تھی،اکثر مساجد کو بند کر دیا تھا، حجاب پر پابندی لگائی تھی اور قرآن کو بھی ترک زبان میں ترجمہ کر کے جاری کر دیا۔اردوگان کا اختیار کردہ سیکولرازم مذہب سے دشمنی پر مبنی نہیں اور چونکہ اکثریتی لوگ مسلمان ہیں، تو اس تبدیلی کا مسلمانوں کے دل پر اچھا اثر پڑا، ترک مسلمانوں کے ہاں اس کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، بالخصوص جب اس کے دورِ اقتدار میں انہیں ان دینی اور مذہبی شعائر کو ادا کرنے کا موقع دیا گیا جن سے وہ پہلے محروم تھے،اس نے ان کے لیے بہت سی بند مساجد کھول دیں۔ بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ہاں اس کو پذیرائی حاصل ہوئی،اور وہ اس تبدیلی کو اس نظر سے دیکھنے لگے کہ گویا یہی وہ شرعی تبدیلی ہے جس کی ضرورت ہے اور مطلوبہ شرعی تبدیلی کے لیے اس کا حوالہ دینے لگے۔ جس وجہ سے اس پر لوگوں کے اعتماد میں مزید اضافہ ہوا، وہ یہ تھی کہ سیکولر طبقہ اس کی تمام نقل و حرکت کا مخالف رہا اور یہ لوگ اس کے ہر کام سے خاصا خوف محسوس کرنے لگے۔ انہوں نے سمجھا کہ وہ اتاترک کے ورثے کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ عام مسلمان کا مؤقف جذباتی ردِ عمل پر مبنی تھا، تو اس لیے بھی مسلمانوں کا اس پر اعتماد بڑھا اور انہوں نے اس کی حمایت کی۔ یہ بات انتخابات میں اس کی کامیابی سے ظاہر ہوئی، فوج کے خلاف اس کی حمایت میں دیکھی گئی اور حکومتی تختہ الٹنے کی مخالفت میں اس کا ساتھ دیکر ظاہر ہوئی۔

بلا شبہ جس کو اردوگان کے مقابل سیاستدانوں ، فوجیوں ، صحافیوں اور مفکرین کی گرفتاریوں، تعاقب،اور معطلیوں کے بارے میں معلوم ہو،وہ اردوگان کی اپنی حکومت کے استحکام اور حکمرانی کو برقرار رکھنے کے لیےاردوگان کی زبردست کوششوں کو بخوبی جان سکتا ہے۔اس کے ساتھ اگران دیگراختیارات کو بھی شامل کیا جائے جن کواردوگان بعد میں آنے والے آخری انتخابات اور دستوری ترامیم کے بعداپنے لیے مخصوص کرلینے کے قابل ہوا، تواردوگان کی طاقت اور ملک میں اس کے تسلط کااندازہ کیا جاسکتا ہے۔اوراس قوت اور قابلیت کے بالمقابل اسلام اور مسلمانوں کو بے یارومددگار چھوڑنے والا منظر نامہ سامنے آتا ہے۔چنانچہ ترکی میں نظام حکومت بدستور سیکولر ہے بلکہ ترک حکومت اسلام کے داعیوں سے لڑتی ہے،ان کو جیلوں میں سالہاسال تک قید کیے رکھتی ہے۔آپ جب کبھی اردوگان کے دھوکے میں آئے ہوئے اسلام کی چاہت رکھنے والے مسلمانوں سے بحث کریں کہ اردوگان اسلام کے ذریعے حکومت کیوں نہیں کرتا، تووہ یہ کہہ کرجواب دیتے ہیں،"اردوگان یکدم تبدیلی نہیں لاسکتا،اس کے مخالفین بہت زیادہ ہیں۔"

یہاں ایک بڑاسوال ہے، کہ جب اردگان کے اندراتنی طاقت تھی کہ اس نے فوج میں سے اپنے لاکھوں مخالف فوجیوں اور سیاستدانوں کو پابند سلاسل کیا، دیگرلاکھوں کاتعاقب کیا، جرنیلوں اور فوج کے بڑے بڑے کمانڈروں کو تتر بتر کیا،اوراب تک مسلسل اپنے مخالفین کاایسی سختی سے پیچھا کرتا ہے جس کی مثال نہیں ملتی،یہ سب کچھ اپنے لیےاوراپنی پارٹی کے لیے،توکیااسلام، جس سے لوگ محبت کرتے ہیں،اس کا حق دار نہیں کہ جتنااس نے اپنےاوراپنی پارٹی کے لیے کیا،کچھ اس کے لیے بھی کرے؟!توکیاوہ اپنے لیےاوراپنے دبدبہ کے لیے تووہ سب کچھ کر سکتا ہے،جواس نے کیا،اور جس اسلام کے باعث لوگوں نےاس کو منتخب کیا،اس کے لیے وہ نہیں کر سکتا؟

یقیناًجو واضح حقیقت کو دیکھنا چاہتا ہے،اس کے لیے اس سوال کاجواب آسان ہے، اور وہ یہ کہ اردوگان نہ تو اسلام کانفاذ چاہتا ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوشش کرتا ہے اور فقط مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور مسلم سرزمینوں میں استعمار کی سازشوں کو آگے لے جانے کے لیے اسلام کے پیچھے چُھپتا ہے یعنی وہ جھنڈااور چھتری استعمال کرتا ہے، جس کو عام لوگ پسند کرتے اور خواہش رکھتے ہیں،یعنی اسلام۔ **(تَبۡصِرَةً وَذِكۡرَىٰ لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيبٍ) "ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے بصیرت اور نصیحت ہے"**۔(ق،8)Back to Index

باجوہ-عمران حکومت کشمیر پر لائن آف کنڑول کو مستقل سرحد بنانے کی جانب بڑھ رہی ہے اور مقبوضہ کشمیر کو ظالمانہ ہندو ریاست کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی تیاری کر رہی ہے

حزب التحریر ولایہ پاکستان

باجوہ-عمران حکومت لائن آف کنڑول کو مستقل سرحد بنانے کے امریکی منصوبے کے عین مطابق پیش قدمی کر رہی ہے جس کے نتیجے میں کشمیر موجودہ صورتِ حال کی بنیاد پر عملاً پاکستان اور بھارت کے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ حکومت محتاط انداز میں اس سوچ کے لیے رائے عامہ بنارہی ہے کہ کشمیر کی اسلامی سرزمین پر امتِ مسلمہ کے حق سے دستبرداری اختیار کرلی جائے، وہ سرزمین جسے مسلمانوں نے ماضی میں اسلام کے لیے فتح کیا تھا۔ حکومت مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں سے دستبردار ہونے اور انہیں ہمیشہ کے لیے ظالم ہندو ریاست کے حوالے کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ اس مذموم منصوبے کو انجام تک پہنچانے کے لیے باجوہ- عمران حکومت نے پچھلے ایک سال کے دوران کئی اہم قدم اٹھائے اور حالیہ ہفتوں میں حکومت نے اِس ہدف کے حصول کے لیے اپنی پیش قدمی خطرناک حد تک تیز کر دی ہے۔

اپریل 2019ء میں پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان نے بھارتی انتخابات کے حوالے سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "شاید اگر بی جے پی جو کہ ایک دائیں بازو کی جماعت ہے، جیت گئی تو کشمیر پر کسی قسم کے حل پر پہنچا جاسکتا ہے" (9اپریل 2019، رائٹر نیوز ایجنسی)۔ مودی کی بی جے پی حکومت کو کشمیر پر ڈیل کی اِس پیشکش کے فوراً بعد باجوہ- عمران حکومت کی طرف سے امریکا اور بھارت کو یہ یقین دہانیاں کرائی گئیں کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں جاری مسلح مسلم مزاحمت کو کچلنے کے لیے ہندو ریاست کو بھرپور مدد فراہم کرے گی۔ فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (FATF) جیسے استعماری آلہ کار ادارے کی ہدایات پر عمل درآمد کر کے اس حکومت نے اُن مسلم مجاہدین کے خلاف بھاری کریک ڈاؤن کے امریکی مطالبے کو پورا کر دیا، جو مقبوضہ کشمیر میں قابض بھارتی افواج کے خلاف لڑ رہے تھے۔ ان مطالبات کو ماننے کے نتیجے میں حکومت نے اپنے آپ کو پابند کر لیا کہ وہ جہادِ کشمیر میں مدد فراہم کرنے والے کسی بھی مسلمان کے خلاف سخت اقدامات اٹھائے گی، ایسے مسلمانوں کی تفتیش کی جائے گی، ان کے خلاف مقدمات بنائے جائیں گے اور انہیں سخت سزائیں دی جائیں گی۔ جب مودی نے 5 اگست 2019ء کو مقبوضہ کشمیر کو جبری طور پر بھارت میں ضم کرنے کا قدم اٹھایا

تو18 ستمبر 2019ء کو عمران خان نے اعلان کیا، "اگر پاکستان کی جانب سے کوئی بھارت جاتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ کشمیر میں لڑے گا۔۔۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ وہ کشمیریوں پر ظلم کرے گا۔ اور اس کا یہ عمل کشمیریوں کے ساتھ دشمنی ہو گا "۔

بھارتی قبضے کے خلاف مسلمانوں کی مسلح مزاحمت کو ملنے والی ہر قسم کی ضروری مدد کو کچلنے کے بعد باجوہ-عمران حکومت نے علی الاعلان کشمیر کے بھارتی انضمام کے خلاف پاکستانی فوج کو حرکت میں لانے سے انکار کر دیا۔ الجزیرہ کو انٹرویو دیتے ہوئے 14 ستمبر 2019 کو عمران خان نے اعلان کیا، " پاکستان کبھی جنگ شروع نہیں کرے گا، اور میں اس بات پر واضح ہوں: میں صلح پسند انسان ہوں، میں جنگ کے خلاف ہوں، میرا یہ ایمان ہے کہ جنگ کسی مسئلے کو حل نہیں کرتی"۔ عمران خان نے مقبوضہ کشمیر کی آزادی کی خاطر پاکستان کی مضبوط فوج کے جنگ لڑنے کے کسی بھی امکان کو ختم کرنے کے لیے یہ کہہ کر بھی ڈرایا کہ ایسے اقدام کے نتیجے میں ایٹمی جنگ چھڑ جائے گی، جو کہ ناقابل قبول ہے۔

ایک سال تک باجوہ-عمران حکومت مودی کی حکومت کو اس وجہ سے تنقید کا نشانہ بناتی رہی کہ اس نے بھارتی آئین کی شق 370 اور A-35 کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت کو یکطرفہ طور پر ختم کر دیا ہے، لیکن اب یہ حکومت بذاتِ خود گلگت بلتستان کو عارضی صوبائی حیثیت دے کر اس کی آئینی حیثیت تبدیل کرنے جا رہی ہے۔ ایسا کر کے حکومت بھارت کی جانب سے مقبوضہ کشمیر کے انضمام کے حق میں مودی کو سیاسی اور قانونی جواز فراہم کر رہی ہے، کہ دونوں اطراف سے گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت کو تبدیل کیا گیا ہے۔ یکم نومبر 2020 کو گلگت میں ریلی سے خطاب کرتے ہوئے عمران خان نے اعلان کیا کہ "ہم نے گلگت بلتستان کو عارضی صوبائی حیثیت دینے کا فیصلہ کیا ہے جس کا یہاں سے ایک عرصے سے مطالبہ کیا جا رہا تھا" (رائٹرز)۔ یہ اعلان مسئلہ کشمیر کے حوالے سے پاکستان کے تاریخی موقف سے دستبرداری ہے کیونکہ گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کو پاکستان کی طرف سے متنازعہ علاقہ قرار دے کر خصوصی آئینی حیثیت دی گئی تھی تاکہ پورے کشمیر پر پاکستان اپنے دعوے کو مضبوط بنا سکے اور مکمل کشمیر کو ہندو ریاست کے تسلط سے آزاد کروایا جائے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! باجوہ-عمران حکومت کشمیر کے باضابطہ بٹوارے کی جانب بڑھ رہی ہے جس کے تحت پاکستان کشمیر کے محض اُسی علاقے کو اپنے پاس رکھے گا جسے لڑ کر آزاد کرایا گیا تھا جبکہ باقی تمام کشمیر بھارت کے پاس ہی رہے گا جس پر اس نے اپنا قبضہ جما رکھا ہے، اور اس طرح لائن آف کنٹرول کو پاکستان اور بھارت کے درمیان مستقل

سرحد قرار دے دیا جائے گا۔ باجوہ-عمران حکومت یہ کام واشنگٹن میں بیٹھے اپنے آقاؤں کی مدد کرنے کے لئے کر رہی ہے جو چین اور خطے کے مسلمانوں کو ابھرنے سے روکنے کے لیے بھارت کو علاقائی طاقت بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ حکومت رٹے رٹائے طوطے کی طرح مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی برادری اور اقوام متحدہ کے سامنے اٹھانے کی بات کرتی ہے اگرچہ وہ یہ بات اچھی طرح سے جانتی ہے کہ نام نہاد بین الاقوامی برادری کی قیادت کرنے والا امریکہ جو ساز باز کر کے اقوام متحدہ کو بھی اپنے حق میں استعمال کرتا ہے، کھلم کھلا ہندو ریاست کی حمایت کرتا ہے، اور وہ مسلسل ہندو ریاست کی فوجی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے اور اسے سیاسی مدد بھی فراہم کر رہا ہے۔

پچھلی حکومتوں کی طرح باجوہ-عمران حکومت بھی ہم پر ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ اس حکومت نے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اور آئی ایم ایف و عالمی بینک کے تجویز کردہ ناقص سرمایہ دارانہ حل نافذ کر کے ہمیں غربت کے اندھیروں میں دھکیل دیا ہے اور اگر ہماری تباہی و بربادی میں کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ اس حکومت نے اپنی نااہلی سے پوری کر دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ حکومت استعماری پالیسیوں کے نفاذ کی وجہ سے ہونے والی معاشی تباہی و بربادی کو وجہ بنا کر ہمیں کشمیر کو دفن کرنے کے استعماری منصوبے کو قبول کرنے اور اس فیصلے پر خاموش رہنے کا کہہ رہی ہے، وہ استعماری منصوبہ جو ہندو ریاست کی بالادستی کے قیام کے لیے کشمیر سے دستبرداری کا منصوبہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ "آپ ﷺ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں خرابی ہے وہ ان (کفار) کی طرف دوڑے جاتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم کسی لپیٹ میں نہ آ جائیں، سو قریب ہے کہ اللہ اہل ایمان کو فتح نصیب فرمائے یا اپنے ہاں سے کوئی سازگار صورت پیدا کر دے تو اس وقت انہیں ایسی بات پر شرمساری ہو جو انہوں نے اپنے دل میں چھپا رکھی تھی"** (المائدہ، 5:52)۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں دین کے معاملے میں اپنے مسلمان بھائیوں کو بے یار و مددگار چھوڑنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ "اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا لازم ہو گا"** (الانفال، 8:72)۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم باجوہ-عمران حکومت کی مقبوضہ کشمیر سے دستبرداری کی مہم کو مکمل طور پر مسترد کریں اور اس منکر کو روکنے کے لیے بھرپور انداز میں اپنی آواز بلند کریں۔ ان حکمرانوں کی غداری پر ان کا کڑا محاسبہ کریں تا کہ یہ ہماری تباہی کے جس منصوبے پر آگے بڑھ رہے ہیں اسے

روکا جائے اوراس کے ساتھ ساتھ ہم مطالبہ کریں کہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے ہماری بہادر افواج کو فوراً حرکت میں لایا جائے جو کشمیر کی آزادی کی خاطر جنگ لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ **"جو شخص کوئی برائی دیکھے تو چاہیئے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے روک دے، جسے اتنی طاقت نہ ہو وہ اپنی زبان سے اسے روک دے اور جسے اس کی طاقت بھی نہ ہو وہ اپنے دل میں اسے برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے"** (ترمذی)۔

اے افواج پاکستان میں موجود مسلمانو!

آپ وہ ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اِس منکر کو روکنے کی طاقت سے نوازا ہے اور یہ کام آپ اپنی قوتِ بازو سے چند گھنٹوں میں کر سکتے ہیں۔ آپ اُس زندہ امت کا حصہ ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد و نصرت سے اپنے دشمنوں پر غالب آسکتی ہے۔ اگرچہ آپ کے دشمنوں کے پاس مادی طاقت ہے لیکن ان کے دل کمزور ہیں اور اسی لیے وہ میدان جنگ میں ٹھہر نہیں پاتے جس کا ثبوت افغانستان، عراق میں امریکہ کی شکست اور خود مقبوضہ کشمیر کی عسکری جدوجہد ہے۔ اگر ہمارے دشمنوں کو مسلم ممالک کے حکمرانوں کی مدد و معاونت حاصل نہ ہوتی تو وہ ہمارے علاقوں پر اپنا قبضہ برقرار نہیں رکھ سکتے تھے۔ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو وہ دکھادیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پسند ہے یعنی اللہ کی خاطر جہاد اور مومنین کے لیے فتح وکامیابی۔ کشمیر میں اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹوں کو ظالم ہندو افواج کے ظلم وستم سے نجات دلانے کے لیے آگے بڑھیں، اور اگر یہ حکمران آپ کے رستے میں آئیں تو ان غدار حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکیں۔ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں موت دنیا کی زندگی اور اس میں موجود تمام مال و دولت سے بہتر ہے۔ ہمارے دین، ہمارے علاقوں اور ہماری امت کے خلاف غداری کے موجودہ دور کا خاتمہ کر دیں یقیناً اللہ کے حکم سے آپ اس پر قادر ہیں۔ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے نُصرۃ فراہم کریں جو اسلام اور اس کی امت کی عزت کو بحال کرے گی اور کفر اور اس کے علمبرداروں کے غرور اور سرکشی کو خاک میں ملادے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ

"ان سے (خوب) لڑو۔ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا" (التوبۃ، 9:14)۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان

03ربیع الثانی1442ہجری 18نومبر2020ء

Back to Index

سوال وجواب

خلیفہ اور عبوری امیر سے متعلق احکامات

مخاطب: سہیل ڈار

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میرے پیارے بھائی اور ہمارے معزز امیر، میں اللہ سے آپ کے لئے برکات اور بھلائی کا دعا گو ہوں۔

میں اپنی کمزور عربی زبان کے لئے آپ سے معذرت کرنا چاہتا ہوں، تاہم میں عربی میں ہی خلافت کے موضوع سے متعلق اپنا سوال پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

اول: کتاب "اسلام کا نظام حکمرانی" میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے بیعت کے ذریعے منتخب حکمران کا لقب خلیفہ، امام اور امیر المومنین ہو سکتا ہے، اور ایسا لقب بھی جو معنی کے اعتبار سے ان جیسا ہی ہے، جیسے کہ سلطانُ المومنین۔ لیکن ریاستِ خلافت کی حکومتی اور انتظامی تنظیم کی کتاب "اجهزه" میں صرف "امیر المومنین" کے لقب کا ذکر ہے اور اس میں دوسرے القابات کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ کیا خلیفہ کے القابات پر ہماری تبنی میں کوئی تبدیلی آئی اور کیا یہ صرف ان تین تک محدود ہے؟ اگر تبدیلی آئی ہے تو اس تبدیلی کی دلیل کیا ہے؟

دوئم: جیسے کہ کتاب "اجهزه" میں عمرؓ کو دیے جانے والے لقب امیر المومنین کی وجہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، کیا یہ کہنا درست ہے کہ یہ اجازت صرف اس لقب تک ہی محدود ہے؟ کیا امیر المومنین کے لقب کے علاوہ اس جیسے دوسرے القابات جیسے کہ "سلطان المومنین" کا استعمال کرنا جائز ہے؟

سوئم: میری سمجھ کے مطابق صحابہ کرام کے اجماع کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی عام فہم والے حکم کے ساتھ تضاد کی صورت موجود ہو، جیسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تدفین ملتوی کرنا اور اس کے مقابلے میں میت کو فوراً دفن کرنے کی ضرورت کا ہونا۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کا لقب دینے میں تضاد کہاں ہے، کہ اسے صحابہ کرام کا اجماع سمجھا جائے؟

چہارم: آپ نے ماضی میں ایک سوال کا جواب دیا اور کہا کہ "خلیفہ" کی اصطلاح فقہی شرعی اصطلاح تھی، لہذا کیا "امام" کی اصطلاح کے بارے میں بھی یہی بات ہو سکتی ہے یعنی اسے بھی فقہی شرعی اصطلاح قرار دیا جا سکتا ہے؟ اصطلاح کا چونکہ ذکر شرعی دلائل میں ہے، یا کیا ہم یہ کہتے ہیں کہ لفظ "امام" بھی اصطلاح ہے؟ اس معاملے کے بارے میں، بہت ساری احادیث میں، "امام" کی اصطلاح کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو لوگوں کی نماز میں امامت کرواتا ہے۔ کیا اس کے معنی میں کوئی فرق ہے جیسے کہ یہاں مراد لی گئی ہے؟ یعنی کیا ان احادیث کے معانی صرف خلیفہ اور والیوں تک محدود ہیں کہ جنہیں خلیفہ مقرر کرتا ہے اور امراء وغیرہ، یا اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مسلمانوں کی نماز کی امامت کرواتے ہیں جیسا کہ آج کل ہم اماموں کو اپنی مساجد میں دیکھتے ہیں؟

پنجم: "عبوری امیر" کے معاملے میں، خلیفہ کی تقرری میں معاون تنفیذ کو کیوں نہیں ذمہ دار کیا گیا؟ اس کے علاوہ، خلیفہ کی تقرری کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے سب سے عمر رسیدہ معاون کا انتخاب کرنے کی کیا بنیاد ہے؟ معاون کی حیثیت سے ان کے مقابلے میں زیادہ قابلیت والا معاون کیوں نہیں منتخب کیا جاتا، جو انصاف کے حوالے سے زیادہ بہتر ہو یا قرآن کے علم میں ان سے زیادہ بہتر ہو، وغیرہ وغیرہ؟

میرا ایک اور سوال ہے، اور وہ یہ کہ اگر خلیفہ اپنی تقرری کے بعد اپنی بیعت میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کرتا ہے تو کیا اس کا اس عہدے پر قائم رہنا جائز ہو گا؟ یعنی، مثال کے طور پر اگر وہ ظالم بن جائے، یا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ ایسا امام کہ جس سے مسلمان نفرت کرتے ہیں۔

جزاک اللہ خیراً۔

میں آپ کے جوابات کا بہت مشکور ہوں گا، اور میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو، آپ کے اہل خانہ اور بھائیوں کو خیر و برکت، اچھی صحت اور ایک مبارک ماہ رمضان عطا کرے۔

آپ کا بھائی ڈاکٹر سہیل ابو مصعب

جواب:

السلام علیکم، سلامتی ہو آپ پر۔

مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے قرآن کریم کی زبان، عربی میں لکھا، اس کے باوجود کہ آپ کو اس میں لکھنا مشکل لگتا ہے۔ آپ کے سوالات واضح ہیں، اگرچہ کچھ مقامات مزید وضاحت طلب ہیں۔ آپ کے سوالوں کے جوابات یہ ہیں:

1-: خلافت کی بیعت کرنے والوں کو دیئے گئے القابات خلیفہ، امام، یا امیر المومنین ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے جو کچھ ان تینوں کے علاوہ حکمرانی کے نظام کی کتاب میں لکھا گیا ہے: "ان تینوں القابات کی پابندی کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ جو بھی مسلمانوں پر ذمہ داری قبول کرتا ہے اس کو مختلف القابات دینا جائز ہے جن سے اصل معنی کی نشاندہی ہوتی ہو، جیسے حاکم المومنین، یا رئیس المسلمین، یا سلطان المسلمین یا دوسرے القابات جو اصل معانی سے متصادم نہیں ہیں۔ جہاں تک کہ ان القابات کا تعلق ہے، جن کے مخصوص معنی ہیں، جو حکمرانی سے متعلق اسلام کے اصولوں سے متصادم ہیں، جیسے بادشاہ اور صدرِ جمہوریہ، (اور شہنشاہ)، ان عنوانات کو کسی ایسے فرد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے جو اسلام کے مطابق مسلمانوں پر اقتدار سنبھالے، کیونکہ وہ اس تصور سے متصادم ہیں جو اسلام کے احکامات سے ظاہر ہوتا ہے"۔

اسی طرح کتاب "اسلامی شخصیت" جلد دوئم کے خلافت سے متعلق باب کے پیرا گراف کے آخر میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ "اس اصطلاح کا استعمال ضروری نہیں ہے، یعنی امامت یا خلافت، بلکہ اس کے معانی درست ہونا ضروری ہیں"۔

بعد ازاں ان دونوں اقتباسات میں ترمیم کی گئی، اور حکمرانی کے نظام کی کتاب اور اسلامی شخصیت کی کتاب جلد دوم میں مذکورہ بالا اضافی معلومات کو حذف کر دیا گیا، اور کتاب **"اجهزه"** میں موجود تینوں القابات، خلیفہ، امام، امیر المومنین باقی رہے، اور یہ تینوں القابات وہ ہیں جو آئندہ آنے والی اسلامی ریاست میں استعمال ہوں گے جب اللہ سبحانہ وتعالی ہمیں اپنی طرف سے نصر عطا فرمائیں گے۔

2-: اجماع سکوتی کے کسی حکم شرعی پر قابل قبول ہونے کیلئے شرعی حکم کا عمومی طور پر منکر ہونا اور صحابہ کرامؓ کا اس پر خاموش نہ رہنا ثابت ہونا چاہئے۔ اگر یہ عمومی طور پر منکر نہ ہو، تو پھر اس پر صحابہ کی خاموشی کو اجماع نہیں سمجھا جاتا۔ کتاب "اسلامی شخصیت" جلد سوئم میں ہے کہ "اجماع سکوتی یہ ہے کہ صحابہ میں سے ایک صحابی کوئی عمل انجام دیتا ہے اور صحابہ اس کے بارے میں جانتے ہیں اور اسے منع نہیں کرتے، لہذا ان کی خاموشی اجماع ہو جاتی ہے، اور اسے اجماع قولی کے بجائے اجماع سکوتی (خاموش اجماع) کہا جاتا ہے۔ اجماع سکوتی کے لئے چند شرائط ہیں، اور وہ یہ ہیں:-

اول: یہ کہ اسلامی حکم وہی ہے جو عام طور پر حرام سمجھا جاتا ہے اور صحابہ اس پر خاموش نہیں رہتے ۔

دوئم: یہ عمل صحابہ کرام کے درمیان مشہور و معروف ہو۔

سوئم: یہ ان امور کے تحت آنا چاہئے جن کے بارے میں مومنین کے امیر کو اپنی رائے کے مطابق انتظام کرنے کا اختیار حاصل ہے، جیسے خزانے سے رقم۔۔۔"

اجماع سکوتی کو بطور دلیل استعمال کرنے کے لئے ان مذکورہ بالا شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے۔ جہاں تک "امیر المومنین" کے لقب کے معاملے پر صحابہ کے اجماع کی بات ہے، تو مذکورہ بالا شرط اجماع سکوتی سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یہ اجماع قولی کی ایک شکل ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی گفتگو میں اس لقب کو استعمال کیا اور انہوں نے بعد کے خلفاء کو بھی اسی طرح مخاطب کیا۔ یہ قول پر اجماع تھا نہ کہ اجماع سکوتی۔ یعنی اس رائے کے مطابق اجماع کے درست اور قابل قبول ہونے کیلئے یہ حکم اس میں سے نہیں ہونا چاہئے جسے عام طور پر ممنوع تصور کیا جاتا ہے۔

3۔ امام کی اصطلاح کے بارے میں آپ کے سوال سے متعلق:

الف:۔ لغت میں امام کے متعدد معانی ہیں، جس میں یہ بھی شامل ہے جس کی پیروی اور تقلید کی جائے۔ مختار الصحاح میں بیان کیا گیا ہے "لہذا امام وہ ہے جس کی تقلید کی جائے اور اس کی جمع آئمۃ ہے"۔ کتاب العین میں بیان کیا گیا ہے "اور وہ جس کی اتباع کی جاتی ہے، اور اسے امور کا سربراہ بنایا جاتا ہے، وہ امام ہوتا ہے "اس معنی میں امام عام ہے اور یہ لقب اسے دیا جاتا ہے جس کی تقلید اور پیروی کی جاتی ہے۔

ب:۔ شریعت نے امام کی اصطلاح کو ایک فقہی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اسے عام فقہ میں مسلمانوں کے عمومی قائد کی "شرعی حقیقت" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے کیونکہ قانونی متن سے یہ اشارہ ملتا ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں:۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا: **«ومن بايع إماماً فأعطاه صفقة يده، وثمرة قلبه، فليطعه...»** **" جو امام سے سودا کرتا ہے، اسے اپنے ہاتھ کا معاملہ اور دل کا پھل دیتا ہے، اسے چاہیے کہ پھر اس کی اطاعت کرے"۔** (مسلم)

عوف بن مالک سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ، **«خيار أئمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم، وتصلّون عليهم ويصلّون عليكم»"** تمہارے سب سے اچھے حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور جو تم سے محبت کرتے ہیں، جن کے لیے تم دعائیں کرو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کریں "(مسلم)

بخاری نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے انہیں بتایا کہ عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ، **سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"تم میں سے ہر ایک سرپرست ہے، اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے، امام اپنی رعایا کا سرپرست اور ذمہ دار ہے ---".**

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمران کے لقب کا ذکر کیا جو اسلام میں شریعت کے احکامات کو نافذ کرتا ہے، اور وہ ہے: امام، جس طرح خلیفہ کے لقب کا ذکر دیگر شرعی نصوص میں ہوا ہے۔ یعنی شرعی نصوص نے اشارہ کیا ہے کہ "امام" کی اصطلاح "خلیفہ" کی طرح ہے اور یہ فقہی اصطلاحات میں "ایک شرعی حقیقت" ہے۔ یعنی یہ کہ قانون ساز (اللہ تعالیٰ) نے اسے متعین کیا ہے اور اس کا مطلب مسلمانوں کی عام حکمرانی ہے، اور اس کو امامتِ کبرٰی کہا جاتا ہے اور جو اس میں قیادت کرتا ہے اسے سب سے بڑا امام کہا جاتا ہے۔

ج- اسی طرح امام کی اصطلاح جو شریعت میں "نماز کے امام" کے معنی کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، جو امامت ہے، اسے امامتِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں، جن میں یہ شامل ہیں:-

بخاری نے اپنی صحیح میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں گھر میں نماز پڑھی، تو آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے جبکہ (صحابہ کرامؓ) کھڑے ہو کر (ان کے پیچھے) نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے اشارے سے بیٹھنے کی ہدایت کی، اور وہ (نماز میں) بیٹھ گئے۔ (نماز) ختم کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ، **«إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا»"** امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہذا جب وہ رکوع کرتا ہے تو رکوع کرو، اور جب اٹھتا ہے تو اٹھو اور جب (امام) بیٹھ کر (نماز) پڑھے، تو تم ویسے ہی بیٹھ کر پڑھو"۔

سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :، **«إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»** " جب امام آمین کہے تو آمین کہو، کیوں کہ اگر کسی فرد کی آمین فرشتوں کی آمین سے ہم آہنگ ہو جائے، تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے "۔

اصطلاح "امام" جو شریعت نے نماز کے امام کے سلسلے میں دی ہے وہ بھی ایک شرعی اصطلاح ہے جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

د۔ نماز کے امام کے معنی میں اور خلیفہ بطور امام کے معنی میں کوئی شرعی تعلق نہیں ہے، لہذا خلیفہ کے معنی میں جن احادیث میں امام کا ذکر کیا گیا ہے وہ لازمی طور پر نماز کے موضوع سے متعلق نہیں ہیں۔ اور وہ احادیث جن میں نماز کی امامت کے معنی میں امام کا ذکر کیا گیا ہے وہ لازمی طور پر خلیفہ اور حکمرانی سے متعلق نہیں ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث بھی موجود ہیں، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں قیادت اور حکمرانی میں قیادت یعنی خلیفہ کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں۔

ی۔ امام کی اصطلاح پر مشتمل نصوص کو ان کے سیاق و سباق میں اور قرائن (اشارے) کے مطابق سمجھنا چاہئے:

- امام کی اصطلاح شریعت کی عبارت میں لسانی معنی میں استعمال ہو سکتی ہے، جیسے اللہ نے قرآن میں فرمایا:۔

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَاماً﴾

"اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا" (الفرقان-74)

اس آیت کے بارے میں ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس، الحسن، قتادہ، سُدّی، اور ربیع بن انس نے کہا: ہم اچھائی میں تقلید شدہ امام ہیں۔ اور دوسروں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اچھائی میں رہنمائی اور اس کی حمایت کرتے ہیں، اور اس تناظر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں امام کی اصطلاح سے مراد وہ شخص ہے جو تقویٰ کی تقلید کرتا ہے، یہ حکمران کے معنی میں امام نہیں ہے یا نماز کی امامت کرنے کے معاملے میں۔

- لفظ "امام" کی اصطلاح خلیفہ کے معانی میں استعمال ہو سکتی ہے، جیسا کہ مسلم کی ابوہریرہؓ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : **«إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ**

بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ كَانَ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرٌ وَإِنْ يَأْمُرْ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ»، "امام ان (مسلمانوں) کے لئے ایک ڈھال ہے۔ وہ اس کے پیچھے رہ کر لڑتے ہیں اور اپنا دفاع کرتے ہیں۔ اگر وہ خدا کے خوف کی یاد دلائے، جو سب سے بڑا اور عزت والا ہے، تو اس کے لئے اس کا (اجر و ثواب) بدلہ ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا، تو یہ اس کے لئے بربادی ہے"۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ اس سے مراد حکمران ہے، کیوں کہ حکمران وہ ہے جس کے پیچھے لوگ لڑتے ہیں اور وہی انصاف یا جبر کے ساتھ حکمرانی کرتا ہے اور یہاں مقصد مطلق تقلید نہیں ہے کیونکہ یہ نہ تو یہ لغوی معانی میں ہے اور نہ ہی یہ معاملہ نماز کی امامت کرنے کا ہے۔

- لفظ "امام" نماز میں امامت کے معنی میں بھی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے، ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»،"** جب امام کہتا ہے، **سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ** ، کہہ دو: **اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ،** کیونکہ اگر کوئی فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہم آہنگی کرتا ہے تو اس کے اپنے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"۔ یہاں یہ بات واضح ہے کہ سیاق وسباق نماز اور نماز کی امامت کے بارے میں ہے۔

4:۔ عبوری امیر کے بارے میں آپ کے سوال کے حوالے سے:

یہ قطعی طور پر واضح نہیں ہے کہ آپ کے اس بیان سے کیا مراد ہے، ("عارضی امیر" کے معاملے میں، کیوں معاون تنفیذ کو خلیفہ مقرر نہیں کیا گیا ہے)

جہاں تک عارضی امیر کے لئے سب سے عمر رسیدہ معاون کے انتخاب کے معاملے کی بات ہے تو، ہم نے 31 شعبان 1435 ہجری بمطابق 31 مئی 2014 کو ایک سوال کے جواب میں اس کی وجہ واضح کر دی ہے، اور اس میں مندرجہ ذیل درج ہے:

[۔۔۔جہاں تک دوسرا معاملہ یہ ہے کہ اگر خلیفہ اپنی وفات سے قبل عبوری امیر کی تقرری نہیں کرتا، اور اس سلسلے میں ترجیحات موجود نہیں، تو یہ دراصل ایک انتظامی معاملہ ہے، اور اس انتظامی معاملے کی تفصیل پر آئینی تبنی جائز ہے اور اسی کے مطابق دفعہ 33 میں ذکر کیا گیا:

(پھر معاونین میں سے سب سے عمر رسیدہ عارضی امیر بن جاتا ہے، جب تک کہ وہ خلافت کے لئے امیدوار بننے کا ارادہ نہیں کرتا جس صورت میں اگلے سینئر معاون کو یہ منصب دیا جائے گا وغیرہ۔

ج۔ اگر تمام معاونین امیدوار بننے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کے بعد معاونینِ تنفیذ میں سب سے عمر رسیدہ عارضی امیر بنے گا یا اگر وہ امیدوار بننا چاہتا ہے تو عمر میں اس سے اگلا معاون ہو گا وغیرہ۔ اگر تمام معاونینِ تنفیذ خلافت کے امیدوار بننے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو پھر عارضی امیر کا یہ عہدہ سب سے کم عمر معاونِ تنفیذ کو دیا جاتا ہے۔)

آپ کی معلومات کے لئے، اس کو تبنی کرنے میں معقول فکری بحث کی گئی ہے۔ معاونینِ تنفیض حکمرانی سے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والے افراد اور پچھلے خلیفہ کے دور میں معاملات سے سب سے زیادہ واقف افراد ہیں۔ خلیفہ اور اس کے کام سے قربت کی بنا پر علم اور تجربہ میں ان کے بعد معاونینِ تنفیذ آتے ہیں۔ عارضی قیادت سنبھالنے کے لئے یہ سب سے بہترین لوگ ہیں، اور چونکہ معاونین برابر تھے اور ان کے مابین اختیارات میں کوئی فرق نہیں تھا، اس لئے ان میں کسی ایک کو ممتاز کرنے کے لئے عمر ایک موزوں عامل ہے، جیسا کہ نماز کی امامت میں بھی، یعنی اگر نمازی نماز کی امامت کے شرائط کے لحاظ سے برابر ہوں، تب ان میں سب سے عمر رسیدہ کو ترجیح ہو گی۔

مسلم نے اپنی صحیح میں شعبہ سے، اور انہوں نے اسماعیل بن رجاء سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے اوس بن ضمعج کو کہتے سنا، میں نے ابو مسعود کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا: **«يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً، فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنّاً، وَلَا تَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ، وَلَا فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا تَجْلِسْ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَكَ، أَوْ بِإِذْنِهِ»**.، " جو شخص اللہ کی کتاب کی تلاوت میں عبور رکھتا ہے، وہ نماز کی امامت کرے۔ لیکن اگر موجود سب لوگ اس میں یکساں عبور رکھتے ہیں، تو وہ جو سنت کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ اگر وہ اس لحاظ سے بھی برابر ہیں، تو پھر جس نے پہلے (مدینہ منورہ) ہجرت کی، اگر وہ اس لحاظ سے بھی برابر ہیں تو جو ان میں سب سے عمر رسیدہ ہے۔ کوئی بھی شخص نماز میں کسی اور کی امامت نہ کرے جہاں دوسرے کا اختیار ہو، یا اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر بیٹھ جائے "۔

اسی مناسبت سے، اس معاملے میں جو انتظامی فیصلہ اپنایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ سب سے عمر رسیدہ معاونِ تفویض، پھر اگلا، پھر اس کے بعد سب سے عمر رسیدہ معاونِ تنفیذ، پھر اگلا اور اسی طرح آگے۔] یہاں پچھلے سوال کے جواب سے اقتباس ختم ہوا۔

5-: خلیفہ کے ساتھ بیعت کرنے کا عہد مکمل ہونے کے بعد، خلافت کے تقرری کے معاہدے کی کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کے بارے میں آپ کے سوال کے سلسلے میں، جیسا کہ عدل کی شرط کی خلاف ورزی۔۔۔، اس کا مجموعی جواب یہ ہے کہ تقرری کے معاہدے کی شرائط میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کا لازمی طور پر مطلب خلیفہ کی معزولی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر عدل کی شرط کی خلاف ورزی خلیفہ کو ہٹانے کا مستحق بنا دیتی ہے، لیکن اسے فوری طور پر الگ نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ اس کے بارے میں محکمۂ المظالم کا فیصلہ لیا جائے گا، یعنی اس کی حکمرانی کی مدت برقرار رہے گی جب تک مظالم عدالت اس معاملے پر فیصلہ نہیں دیتی۔ ہم نے اپنی کتابوں میں ایک سے زیادہ جگہ اس موضوع پر تفصیلات دیں ہیں، اور ہم نے آئین کی دفعہ 40 اور 41 میں مسودہ دستور کی جلد اول میں اس کی وضاحت کی ہے، اور آپ تفصیلات جاننے کے لئے مسودہ دستور کی کتاب سے رہنمائی لے سکتے ہیں۔

آخر میں میں آپ کا ہمارے لئے دعا کرنے پہ شکریہ ادا کرتا ہوں، اور میں آپ کے لیے پورے خلوص کے ساتھ دُعا کرتا ہوں، اور میں نے جواب کے شروع میں جو ذکر کیا، وہ دہراتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے قرآن مجید کی زبان یعنی عربی میں لکھا۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

26 ذوالحجہ 1441 ہجری

16 اگست 2020

[Back to Index](#)

سوال کا جواب

امریکا کے صدارتی انتخابات کے نتائج

سوال: اس بار امریکی انتخابات میں امریکی صدر ٹرمپ اور اس کے مدمقابل بائیڈن کے درمیان کشیدگی دیکھنے میں آئی، پھر بائیڈن جیت گیا جیسا کہ ذرائع ابلاغ نے اعلان کیا ہے تاہم ٹرمپ نے نتائج کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ کیا بائیڈن کی جیت کے بعد انتخابات کے دوران جاری رہنے والی یہ کشیدگی کمی کی طرف گامزن ہے؟ کیا واشنگٹن میں اقتدار کی منتقلی حسب روایت ہو جائے گی؟ یا داخلی اور خارجی طور پر معاملات بگڑتے اور خطرناک ہوتے جا رہے ہیں؟

جواب: تقریباً سب اس بات پر متفق ہیں کہ اس بار امریکا میں ہونے والے انتخابات بالکل مختلف ہیں، جس میں شدید کشیدگی تھی یہاں تک کہ صدر ٹرمپ نے کہا کہ دھاندلی کی صورت میں ہی اس کے انتخابات ہارنے کا احتمال ہے، یہ بات اس نے انتخابات سے کئی مہینے پہلے ہی کہی تھی۔ صدارت کے منصب کو بچانے پر اس کا اصرار اس قدر واضح تھا کہ واشنگٹن میں پالیسی ساز ٹرمپ کی جانب سے وائٹ ہاوس خالی کرنے سے انکار کی صورت میں اس سے نمٹنے کے طریقوں پر غور کر رہے تھے! اسی لیے انتخابات سے پہلے کی صورتحال اور اس کے بعد کی صورتحال کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

اوّل: 20 جنوری 2017 کو اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد ٹرمپ نے داخلی اور خارجی طور پر قابل توجہ اقدامات اٹھائے:

1۔ داخلی طور پر ٹرمپ اپنے مخالفین کو خاطر میں نہیں لایا۔ تبدیلی کا آغاز اہم انتظامی اراکین کی برطرفیوں اور استعفوں سے ہوا۔ انہوں نے اپنے انتظامی وزراء اور ڈائریکٹروں کو چار سال کے دوران کئی بار تبدیل کیا اور وہ ابھی تک اسی ذہنیت کے تحت کام کر رہا ہے۔۔۔ چنانچہ بائیڈن کی انتخابی کامیابی کے فوراً بعد ہی اس اپنے سیکریٹری دفاع مارک اسپر کو 2020/11/9 کو برطرف کیا، پولیس نے ٹرمپ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں اور افریقی نژاد سیاہ فام شہریوں کے ساتھ نسل پرستانہ سلوک کیا، ٹرمپ نے پولیس پر دباؤ ڈالنے یا ان کے بجٹ کم کرنے کے مطالبوں کو مسترد کر دیا، اس کے بیانات سے نسل پرستی کی بو آتی تھی، اس نے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے نام پر کمپنیوں پر عائد ٹیکسوں کو کم کیا!

2۔خارجی طور پر اس نے چین کے ساتھ معاشی جنگ چھیڑ دی اور اس نے امریکا کی معیشت کی حفاظت کے لیے نئے دور کا آغاز کیا۔اس نے عالمی معاہدوں سے دستبرداری اختیار کی جیسا کہ ماحولیات کے لیے پیرس کا عالمی معاہدہ، تجارت کے لیے شمالی امریکہ کا آزاد تجارت کا معاہدہ (این اے ایف ٹی اے، نیفٹا)۔اس نے امریکا کو بعض عالمی تنظیموں سے بھی نکال لیا جیسا کہ عالمی ادارہ صحت۔اس نے اپنے اتحادیوں سے نفرت کا اظہار کیا جیسا کہ یورپ، اور اعلانیہ طور پر برطانیہ کی یورپی یونین سے نکلنے کی حمایت کی اور اس کے ساتھ بڑا تجارتی معاہدہ کرنے کا وعدہ کیا۔اس نے نیٹو ممالک پر زبانی حملے کیے اور ان سے مزید خرچ کرنے کا مطالبہ کیا، اور ایسا ہی توہین آمیز رویہ اسلامی دنیا میں امریکی ایجنٹوں اور پیروکاروں کے ساتھ اپنائے رکھا۔۔۔

دوئم: امریکا کس طرح سے تقسیم ہو کر رہ گیا: جب ٹرمپ انتظامیہ نے انتہائی متضاد تبدیلیاں کرنی شروع کیں تو ٹرمپ کے چار سال کے دورِ اقتدار کے دوران امریکا میں موجود بہت سارے امراض ظاہر اور نمایاں ہوئے:

1۔2016 میں ٹرمپ نے اپنی انتخابی مہم کے دوران ہی نسل پرستی کے رجحانات کا اظہار کیا تھا اور جلد ہی بڑی تعداد میں لوگ سفید فام نسل کی بالادستی کی تحریک (وائٹ سپرمیسی) سے جڑ گئے جو کہ ٹرمپ سے قبل بھی موجود تھی مگر ٹرمپ کے دور میں یہ تحریک پھلنے پھولنے لگی، اور پھر امریکی "سفید فام" پولیس نے سیاہ فام آدمی کو قتل کر دیا۔ لہٰذا امریکا سفید فام اور سیاہ فام میں تقسیم ہو کر رہ گیا اور جس کے نتیجے میں "بلیک لائف میٹر" (سیاہ فاموں کی زندگیاں بھی اہمیت رکھتی ہیں) تحریک ایک سیاسی جماعت کے طور پر سامنے آئی، جنہوں نے مظاہرے اور ریلیاں نکالی اور مساوات کا مطالبہ کیا، اور جس کے جواب میں سفید فاموں کی ملیشیا زیادہ منظم شکل میں منظر عام پر آئیں اور عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے تیاری کرنے لگیں۔

2۔ٹرمپ انتظامیہ نے یورپی اتحادیوں کے ساتھ توہین آمیز رویہ اپنایا، حتیٰ کہ اس کے سیکریٹری دفاع میٹس نے استعفیٰ دیتے ہوئے لکھا کہ "اتحادیوں کے ساتھ احترام کا معاملہ ہونا چاہیے" (الیوم السابع، 21/12/2018)۔

3۔امریکی صدر ٹرمپ نے 2017 میں اقتدار کے منصب پر فائز ہوتے ہی تحفظ پسند معاشی پالیسی کا اعلان کیاتا کہ امریکی مصنوعات کو امریکا میں داخل ہونے والی چینی اور یورپی مصنوعات سے تحفظ فراہم کیا جائے اور بین الاقوامی آزاد تجارت کے سائے تلے مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھنے والی امریکی فیکٹریوں کو بند کرنے کے سلسلے کو روکا جائے،یوں ٹرمپ نے اس معاملے کو محض ایک رخ سے دیکھا اور وہ یہ نہیں دیکھ سکا کہ اس کی اس پالیسی کی وجہ سے وہ داخلی طور پر اپنے سخت دشمن پیدا کر رہا ہے۔ ٹیکنالوجی کی کمپنیاں ٹرمپ کی سخت دشمنوں میں سے ایک دشمن بن گئیں اور اس کے خلاف بھرپور قوت سے صف بستہ ہو گئیں،اور اس کے ہزاروں ملازمین کئی مسائل پر ٹرمپ کے خلاف مظاہروں کے لیے سڑکوں پر نکل آئے۔ ٹیکنالوجی کمپنیوں نے اس کی ٹیکس معلومات میڈیا کو فراہم کیں کیونکہ ان کمپنیوں کی عالمی کام کی نوعیت ہی ایسی ہے جو ٹرمپ کے لیے شرمندگی کا باعث بنیں۔ یہ کمپنیاں اپنے راستے میں رکاوٹیں نہیں چاہتی اور یہ دوسرے ممالک کی جانب سے ٹرمپ کی پالیسیوں کے رد عمل میں اپنے اوپر پابندیاں بھی نہیں چاہتیں۔ جب چین نے ان امریکی ٹیکنالوجی کمپنیوں کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کرنے کی دھمکی دی جن کی رال چین کی بڑی مارکیٹ کو دیکھ کر ٹپکتی ہے اور فرانس نے ان پر فرانس میں حاصل ہونے والی کمائی پر ٹیکس ادا کرنے کا مطالبہ کیا تو ان کمپنیوں نے صدر ٹرمپ سے جان چھڑانے کا عزم کیا،اور ٹرمپ کے خلاف مہم کی پہلی اینٹ اور جو بائیڈن کی انتخابی مہم کی ریڑھ کی ہڈی بن گئیں۔

4۔دنیا عوام کی صحت اور لوگوں کو کورونا وائرس سے بچانے کی باتیں کر رہی تھی جبکہ امریکی صدر نے اپنے سرمایہ دارانہ نقطہ نظر پر توجہ مرکوز کی ہوئی تھی اس لیے وہ دوا، ویکسین، تجارتی سبقت، دوا کی پیداوار سے حاصل ہونے والے بے پناہ منافع اور کاپی رائٹ کی باتیں کر رہے تھے، جس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے لوگوں کی جان اور ان کے امور کی کوئی پروا نہیں ہے۔امریکی صدر نے کورونا وائرس سے بچنے کے لیے لاک ڈاون کی مخالفت کی اور معیشت کا بہانہ بنایا۔ کورونا سے بچنے کے لیے ریاستوں کو لاک ڈاون کرنے کے حوالے سے ڈیموکریٹک رہنماوں اور ٹرمپ کے درمیان لفظی جنگ شروع ہو گئی۔ٹرمپ تیل اور صنعتی کمپنیوں کے ساتھ کھڑا تھا جو معیشت کو رواں دواں رکھنا چاہتی تھیں، جبکہ دوسرے بشمول ڈیموکریٹک قیادت اپوزیشن کے طور پر اس کے خلاف کھڑے ہوئے،وہ کورونا وائرس کے نتیجے میں خوف اور حواس باختگی کی حالت میں معیشت کو روکنے کی حمایت کرنے والوں کی صف میں کھڑے ہوئے۔ مگر معیشت کو بند کرنے کے مطالبے پیچھے ڈیموکریٹک رہنما اور ٹیکنالوجی اور سمارٹ انٹیلی جنس صنعت کی کمپنیوں کی ٹرمپ سے دشمنی تھی جو روز بروز بڑھتی جارہی تھی، جس کی معیشت کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔جب کورونا وائرس کا حملہ ہو گیا اور لوگ دنیا بھر میں اپنے

گھروں میں چھوٹی سکرینوں کے آگے بیٹھ گئے اور دوسری مصروفیات چھوڑ دیں جس کی وجہ سے ٹیکنالوجی کی کمپنیوں کے سرمائے میں بے پناہ اضافہ ہوا، الیکٹرانک تجارت کی کمپنیاں جن میں سے مشہور ترین "ایمازون" ہے کے منافع اور اس کی مارکیٹ ریٹ اس قدر بڑھ گئے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، حتی کہ ایمازون کمپنی کے مارکیٹ ریٹ میں اضافے کے نتیجے میں اس کے بانی کے اثاثوں میں 24 گھنٹے میں 6 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔ ٹیکنالوجی کی امریکی دیو ھیکل کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ رواں سال کی تیسری سہ ماہی میں کمپنی کے منافع میں مجموعی طور پر 38 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا ہے (بی بی سی 2020/10/30)۔ یہ بے تحاشا منافع ایمازون، ایپل، گوگل حاصل کر رہی تھیں جو کہ ایلفیبٹ، فیس بک، ایلون ماسک اور دیگر کمپنیوں کی مالک ہیں جو کورونا کی وجہ سے نقصان اٹھانے والی دوسری امریکی کمپنیوں کو برانگیختہ (غصہ) کر رہی ہیں خاص کر تیل، انرجی اور سیاحت کی کمپنیوں کو جن میں خود امریکی صدر بھی نیویارک میں اپنے ٹاور اور فلوریڈا میں اپنے فارم ہاوس سے سرمایہ کاری کرتا ہے اسی طرح برطانیہ میں بھی کھیلوں میں اس نے سرمایہ کاری کر رکھی ہے جو کورونا وائرس سے متاثر ہوئے۔

سوئم: امریکی انتخابات اور دھاندلی:

1۔ امریکا میں 2020 کے انتخابات سابقہ انتخابات کی طرح نہیں تھے کیونکہ اس بار کامیاب امیدوار کے اعلان کو ایک ہفتے تک موخر کیا گیا، اور یہ ووٹوں کے ڈاک کے ذریعے آنے کی وجہ سے ہوا جن کو ڈیموکریٹس کی اکثریت نے کاسٹ کیا (ڈالا) تھا۔ صدر ٹرمپ نے انتخابات سے کئی مہینے پہلے ہی ڈاک کے ذریعے ووٹ ارسال کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ دھاندلی کا چور دروازہ ہے اور اپنے حمایتیوں سے براہ راست ووٹ ڈالنے کا کہا تھا۔ جبکہ ڈیموکریٹس خفیہ (ڈاک کے ذریعے) ووٹ ڈالنے کی سہولت کا مطالبہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس قسم کی ووٹنگ کے سامنے سے ہر قسم کی قانونی رکاوٹوں کو ہٹایا جائے۔ یہ دھاندلی سے زیادہ چالاک حکمت عملی تھا۔

2۔ یہ چالاک حکمت عملی اس لیے تھی کہ ڈیموکریٹک پارٹی کے حامی روایتی ووٹنگ میں مکمل طور پر حصہ نہیں لیتے اس لیے پارٹی کو بعض ووٹوں کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کورونا کے آنے کے بعد اگر ڈاک کے ذریعے ووٹنگ نہ ہوتی تو پارٹی بہت زیادہ ووٹوں کے نقصان کا سامنا کرتی۔ یہ مسئلہ ٹرمپ کا نہیں تھا کیونکہ اس کے حامی نظریاتی اور پکے ووٹر ہیں اور پیچھے نہیں

رہتے، یہی وجہ ہے کہ کورونا کا بہانہ بنا کر ڈاک کے ذریعے ووٹنگ ڈیموکریٹک پارٹی کے لیے بڑی نعمت تھی۔ اسی لیے پہلے دن سامنے آنے والے نتائج میں ٹرمپ کو واضح برتری حاصل تھی، لیکن جب سونگ اسٹیٹس میں ڈاک کے ذریعے ڈالے جانے والے ووٹوں کی گنتی شروع ہوئی تو ڈیموکریٹک امیدوار بائیڈن کا پلہ بھاری ہوتا گیا۔ یہ متوقع نتائج تھے اسی لیے پنسلوینیا کے دار الحکومت فلاڈلفیا میں بائیڈن کے حامی اس وقت مرکزی الیکشن آفس کے باہر جشن منا رہے تھے جبکہ ابھی وہاں ٹرمپ کو ایک لاکھ ووٹوں کی برتری حاصل تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ باقی ماندہ ڈاک کے ذریعے ڈالے جانے والے ووٹ صورتحال کو بائیڈن کے حق میں بدلنے کے لیے کافی ہیں، اور پھر یہی ہوا کہ میڈیا نے اس اسٹیٹ میں بائیڈن کی کامیابی کا اعلان کر دیا جس کی وجہ سے ڈیموکریٹ انتخابات میں اپنی کامیابی کا اعلان کر پائے کیونکہ پنسلوینیا کے ووٹ مجموعی مطلوبہ ،270ووٹ، کو پورا کرنے کے لیے کافی تھے۔

چہارم: آج حالات کس طرف جا رہے ہیں؟

1۔ جیتنے والا امیدوار روزانہ کے حساب سے اپنے جیتنے کے بارے میں بیانات دے رہا ہے، وہ کورونا کے حوالے سے اقدامات کرنے کی بات کر رہا ہے، اس نے جیتنے والے امیدوار کے طور پر اپنے گھر کے اوپر سے پروازوں کو روک دیا ہے، اس کو مقامی طور پر اور بین الاقومی طور پر کامیابی اور امریکہ کا آنے والا صدر بننے پر مبارکبادی کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں، جبکہ ٹرمپ نے ابھی تک اس کی کامیابی کا اعتراف نہیں کیا اور کہتا ہے کہ انتخابات ابھی ختم نہیں ہوئے، وہ قانونی امور کے ذریعے میز الٹا دے گا۔ ٹرمپ یہ بھی کہتا ہے کہ بائیڈن بغیر دلیل کے اپنی کامیابی کا اعلان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ قانونی ووٹوں کے ذریعے جیت گیا ہے۔۔۔ دوسری طرف بائیڈن کے انتخابی مہم کے سربراہ انڈریو بیٹس (Andrew Bates) کہتا ہے کہ ٹرمپ کو طاقت کے ذریعے وائٹ ہاوس سے نکال باہر کیا جائے گا، اور اس کو خطاکار اور بے جا مداخلت کرنے والا بھی کہا!

2۔ آج امریکا میں صورتحال خطرناک ہے، جس کے متعلق جرمن وزیر دفاع نے یہ کہا کہ "بہت زیادہ دھماکہ خیز" ہے۔ بعض لوگ ٹرمپ کی حامی ملیشیاوں کی جانب سے انتخابی مراکز پر دھاوے اور انارکی کی توقع کر رہے تھے، اگرچہ کچھ

اسٹیٹس کو چھوڑ کر پورے امریکا میں بڑے پیمانے پر ایسا کچھ نہیں ہوا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس طرز عمل کو اس وقت تک کے لیے موخر کیا گیا ہے جب تک ٹرمپ قانونی چارہ جوئی اور سیاسی داؤ پیچ کے ذریعے دوبارہ صدر بننے کی امید رکھتا ہے۔

دوسری جانب الجزیرہ نے 2020/11/10 کو "واشنگٹن پوسٹ" کے حوالے سے نقل کیا کہ وائٹ ہاوس نے ایف بی آئی کو انتقال اقتدار کے لیے نو منتخب صدر جو بائیڈن کی ٹیم سے تعاون نہ کرنے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ ٹرمپ انتظامیہ نے وہ پیسے بھی نو منتخب صدر کو دینے سے انکار کر دیا ہے جن کو امریکی قانون کے مطابق جیتنے والے امیدوار کو آفس وغیرہ کے کرائے کے اخراجات کے لیے دیا جاتا ہے۔ ٹرمپ نے 2020/11/10 کو اپنے ٹوئیٹ میں کہا کہ "انتخابات کے نتائج آگلے ہفتے تک آئیں گے جس میں ہم کامیاب ہوں گے"۔ اس کے سیکریٹری خارجہ پومپیو نے ٹرمپ کی دوسری مدت صدارت کی بات کی جس کے بارے میں ایک ریپبلیکن سینیٹر نے کہا کہ حکومتی عہدہ دار کی طرف سے ایسا بیان خطرناک ہے۔

یوں امریکہ کو ایک عملی بحران کا سامنا ہے جو اس کے استحکام اور وحدت کے لیے خطرناک ہے، اور اس بات کا امکان ہے کہ یہ خطرہ مزید سنجیدہ خطرہ بن جائے۔ مغربی ساحل پر واقع اسٹیٹس جیسے کیلیفورنیا بہت پہلے سے ہی ڈیموکریٹک اسٹیٹس ہیں، جہاں ٹیکنالوجی کی امریکی کمپنیوں کے مراکز ہیں، جو ٹرمپ کی صدارت کے دوسرے دور کو قبول نہیں کریں گی۔ لیکن جنوب کی ریپبلیکن اسٹیٹس خصوصاً ٹکساس جو کہ کیلیفورنیا کے متوازی قوت ہے، یہاں امریکہ کی تیل اور انرجی کی بڑی کمپنیوں کے مراکز ہیں، یہ بائیڈن کی کامیابی کو تسلیم نہیں کریں گی، کیونکہ ان کو خطرہ ہے کہ بائیڈن صدر بنتے ہی دوبارہ ماحولیات کے لیے پیرس معاہدے کو بحال کرے گا۔۔۔ جبکہ اگر ٹرمپ دوبارہ صدر بنتا ہے تو وہ ٹیکنالوجی کی کمپنیوں کو بالکل معاف نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے اپنے ٹوئیٹس میں تنبیہ کی ہے۔

پنجم: خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس وقت امریکہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس پر غور و فکر اور رونما ہونے والے واقعات پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے:

1۔ وہ جمہوریت جس کا امریکا ایک لمبے عرصے سے گن گاتا آرہا ہے آج اسے صدر ٹرمپ اپنا اقتدار بچانے اور اپنی رسوائی کو چھپانے کے لیے عدالتی اور قانونی بہانوں سے واضح طور پر روندرہا ہے۔ امریکا ہر قسم کے امکانات اور انتقامی کارروائیوں کے لیے کھلا ہے، لہٰذا اس بات کا امکان ہے کہ نیا صدر جیتنے والا امیدوار بائیڈن ہو اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ صدر

ہارنے والا امیدوار ٹرمپ ہی ہو اور دوسری مدت کے لیے بھی صدر بن جائے۔ دونوں میں سے جو بھی صدر بن جائے یہ بات طے ہے کہ وہ دوسرے فریق سے انتقام لے گا اور ایسا لے گا کہ اس کی ہڈیاں بھی توڑ دے گا۔ اس لیے امریکا کو عدم استحکام، پریشانیوں اور اندرونی مسائل کا سامنا ہونے والا ہے۔ اس صورتحال میں امریکا کے ٹوٹ پھوٹ کے امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا جس میں ریاست ٹیکساس ٹرمپ، ریپبلکن اور ان کے حامی کمپنیوں کا مرکز بن جائے جبکہ کیلیفورنیا بائیڈن، ڈیموکریٹک اور ان کے حامی کمپنیوں کا مرکز بن جائے۔ یہ معاملات ٹرمپ کے باقی ماندہ دو مہینوں تک ہی نہیں بلکہ اس کے بعد بھی جاری رہیں گے۔۔۔

2۔ مسائل کی جڑیں سرمایہ دارانہ نظام کے اندر ہیں۔ بصیرت کی آنکھ سے دیکھنے والے اور بیدار کانوں سے سننے والے کے لیے یہ واضح ہے۔۔۔ فائدہ سرمایہ دارانہ نظام کی نمایاں ترین اقدار میں سے ایک ہے یعنی مادی مفاد، اور یہی مفاد بلاواسطہ یا بل واسطہ کسی بھی عمل کا بنیادی محرک ہے۔ صدر اپنے اختیارات اور ایوان نمائندہ گان میں اپنی پارٹی کے اثر ورسوخ کے لحاظ سے فیصلے کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صدور کے نزدیک مفادات اور ان کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ ہر صدر اپنی رغبت اور خواہش کے مطابق فائدے کا تعین اور فیصلے کرتا ہے، اسی لیے ایک فیصلہ ایک صدر کے نزدیک درست اور اس سے پہلے یا بعد والے کے نزدیک غلط اور نقصاندہ ہوتا ہے اور وہ اس کے فیصلوں کو مسترد یا کالعدم کرتا ہے اگرچہ بیک وقت دونوں سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو بچانے اور خود ساختہ دستور کی پاسداری کی باتیں کرتے ہیں، لیکن ہر ایک اپنی ہی خواہش پر گامزن ہوتا ہے!

مثال کے طور پر 2017/1/20 کو اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد اس وقت کے نئے صدر ٹرمپ نے وہ سب منہدم کر دیا جس کو اوباما انتظامیہ نے تعمیر کیا تھا، چنانچہ ہیلتھ انشورنس "اوباما کیئر" کو معطل کر دیا، ماحولیات کے لیے پیرس معاہدے سے نکلنے کا اعلان کر دیا کیونکہ یہ تیل اور انرجی کی امریکی کمپنیوں کے مفاد میں تھا، امریکا میں اسلحے کو قانون کے دائرے میں لانے کے اقدامات کو مسترد کر دیا، ٹیکنالوجی کی امریکی کمپنیوں پر بہت ساری پابندیاں عائد کر دیں جیسا کہ الیکٹرانک سینسر شپ اور ان کو چین سے نکلنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔۔۔ یہ سب سابق صدر اوباما کے برخلاف تھا۔ اسی طرح ٹرمپ کا مدمقابل امیدوار بائیڈن بھی اس کے بالکل برعکس بات کرتا ہے، وہ ہیلتھ انشورنس کی حمایت کرتا ہے اور اسلحے کو قانون کے دائرے میں لانا چاہتا ہے۔ بائیڈن اپنی پارٹی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر وہ صدر بن گیا تو ماحولیاتی تبدیلی کے حوالے سے پالیسی کو بحال کرے گا جو کہ تیل کی کمپنیوں کے مفادات کے خلاف ہے، بلکہ ان پر ٹیکسوں میں

اضافہ کرے گا، وہ ٹیکس جن کو ٹرمپ نے کم کیا تھا۔ بائیڈن اور کی پشت پناہ ٹیکنالوجی کمپنیون کا تیل اور توانائی کی کمپنیوں کے ساتھ ساتھ اسلحہ ساز کمپنیوں سے شدید تنازعہ ہے اور جن کے بارے میں بائیڈن منصوبہ بندی کر رہا ہے کہ ریاستی بجٹ کا بیشتر حصہ ان سے وصول کیا جائے۔۔۔الخ، یاد رہے کہ تیل کی بڑی کمپنیوں کا مرکز ٹیکساس اور ٹیکنالوجی کی بڑی کمپنیوں کا مرکز کیلیفورنیا میں سلیکون وادی ہے، اسی لیے دونوں پارٹیوں ڈیموکریٹک اور ریپبلکن کی نظریں ٹیکساس اور کیلیفورنیا پر ہوتی ہیں !

یوں ٹیکنالوجی کی کمپنیوں کے مالک معیشت کو اندرونی و بیرونی سرمایہ کاروں کے لیے کھلا رکھنا یعنی گلوبلائزیشن چاہتے ہیں اور ان کے مفادات دیگر سرمایہ داروں یعنی تیل کی کمپنیوں، صنعتی اور زراعتی کمپنیوں کے مالک سرمایہ داروں سے ٹکراتے ہیں جو اپنے نقصانات کو کم کرنے کے لیے چینی کمپنیوں سے مقابلے کے لیے تحفظ چاہتی ہیں۔۔۔صدور اور ان کے حمایتی اپنے مفادات کے مطابق مخصوص کمپنیوں کی حمایت کرتے ہیں چاہے ان کے مدمقابل جماعت اس کو نقصان دہ ہی کیوں نہ سمجھتی ہو۔ ہر نفع و نقصان کے پیچھے بھاگنے والا کہتا ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام نافذ کرتا ہے۔ اس نظام کے بدترین ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس نظام کو نافذ کرنے والوں کی خواہشات دو متضاد چیزوں، نفع اور نقصان، کا تعین کرتی ہیں یعنی کوئی بھی چیز بذات خود بری یا اچھی نہیں ہے بلکہ نظام کو نافذ کرنے والے کا مفاد اس کے فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے کا تعین کرے گا اور اس طرح خیر و شر دونوں برابر ہیں !

3۔ رہی یہ بات کہ یہ مسائل امریکا میں ٹرمپ اور بائیڈن کے درمیان دشمنی کی شکل میں ہی کیوں ظاہر ہوئے اس سے قبل کیوں نہیں ظاہر ہوئے، تو اس کے تین اسباب ہیں:

اوّل: جیتنے اور ہارنے دونوں مدمقابل کے ساتھ فائدہ اٹھانے ہونے والوں اور نقصان اٹھانے والوں کی بڑی تعداد ہے کیونکہ سرمایہ داریت میں فائدہ ہی سب سے بڑی چیز ہے۔۔۔اس کے ساتھ ہی اگر دشمن صدر بن جائے تو یہ فائدے کی بجائے مسائل سامنے آجائیں گے اور اس کے اپنے نتائج ہوتے ہیں۔

دوئم: دنیا میں موجود حکومتیں سرمایہ دارانہ حکومتیں ہیں اور یہ سب امریکی نظام سے بھی زیادہ برے ہیں اسی لیے امریکی شہریوں کے نزدیک ان کے نظام کے مسائل دوسرے ملکوں میں رائج نظاموں کے مسائل سے کم ہیں، اور اس لیے امریکی نظام کو وہ دو برائیوں میں سے کم برائی کے طور پر قبول کرتے ہیں !

سوئم: امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کا مقابلہ کرنے والا صحیح نظام اس وقت دنیا میں کہیں بھی نافذ نہیں کہ جسے دیکھ کر لوگوں کو اس باطل نظام کے مقابلے میں حق نظام کا علم ہو۔ اگر اسلام کا نظام دنیا میں کہیں نافذ ہوتا تو وہ دنیا کو خیر و برکت اور عدل و اطمینان سے سے بھر دیتا اور اس طرح سرمایہ دارانہ نظام پر سے لوگوں کا اعتماد متزلزل ہو جاتا اور لوگ اسلامی ریاست خلافت کی طرف متوجہ ہوتے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ریاست ہوتی ہے۔

آخر میں ہم کہتے ہیں کہ اگر باطل اس دور میں جیت گیا ہے تو اس کے بعد حق کی باری آئے گی اور اس کا دور بھی طویل ہو گا خصوصاً جب امت میں حزب التحریر موجود ہے جو دن رات ایک کیے ہوئے ہے تاکہ خلافت کی صبح دوبارہ طلوع ہو اور مشرق و مغرب کے سرکشوں کے تخت ہل جائیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سچ فرمایا: ﴿**وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ * وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ**﴾ "**اور یہی دن ہیں جن کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں تاکہ اللہ ایمان والوں کو نمایاں کرے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اللہ ایمان والوں کا میاب کرتا ہے اور کافروں کی جڑ کاٹ دیتا ہے**"(آل عمران، 141-140)۔

5 ربیع الثانی 1442 ہجری

2020/11/20

Back to Index

سوال کا جواب

آذر بائیجان اور آرمینیا کے درمیان چپقلش

سوال:

آذر بائیجان کے صدر الہام علییف نے 4 اکتوبر 2020 اتوار کی شام کو سرکاری ٹی وی پر اپنے خطاب میں کہا کہ "ایک ہفتے سے جاری لڑائی کو روکنے کے لیے آرمینیا کو ناگورنی کے علاقے قراباغ سے نکلنے کا نظام الاوقات (ٹائم فریم) دینا ہو گا۔۔۔علییف نے اتوار کو جبرائیل شہر پر قبضے کو آرمینیا اور اس کے پشت پناہوں کے لیے سبق قرار دیا، بقول اس کے ان کو اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے" (الجزیرہ 2020/10/5)۔ آذر بائیجان اور آرمینیا کے درمیان 27 ستمبر 2020 کی صبح شدید جنگ چھڑ گئی جس کی 1994 کی دوطرفہ جنگ بندی کے بعد مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً محدود اور کبھی کبھار وسیع پیمانے پر بھی جھڑپیں ہوتی رہیں جیسا کہ 2016 کو ہوئی مگر ان تمام سابقہ جھڑپوں میں ترکی نے کبھی آذر بائیجان کی عسکری مدد نہیں کی۔ مگر اس بار ترکی نے آذر بائیجان کی مدد کا اعلان کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ ترکی کے کچھ خاص اہداف ہیں! وہ اہداف کیا ہیں؟ ترکی نے اس قدر بڑے پیمانے پر مداخلت کیوں کی؟ مینسک ممالک کے گروپ خاص کر اس کی تین قیادتوں (امریکہ، روس اور فرانس) کا موقف کیا ہے؟ آپ کا شکریہ اور مہربانی۔

جواب:

جو کچھ ہو رہا ہے اس کی حقیقت جاننے کے لیے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

1۔ 27 ستمبر 2020 کو آذر بائیجان نے اعلان کیا کہ اس کی سرزمین پر بڑا حملہ کیا گیا ہے۔ آذری وزارت دفاع نے اپنے بیان میں کہا کہ، "آرمینیائی حملے سے شہری آبادی کو جانی نقصان کے علاوہ کئی دیہاتوں میں انفراسٹرکچر کو بڑے پیمانے پر تباہی کا سامنا ہوا ہے جو آرمینیائی بمباری کا سامنا کر رہے ہیں"۔ انہوں نے کہا کہ "ان کی فوج نے جوابی کارروائی کی اور محاذ پر آگے بڑھتے ہوئے دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا اور بڑے پیمانے پر اسلحہ تباہ کیا ہے جس میں "اوسا" طرز کے روسی اینٹی ائیر کرافٹ میزائلوں کی 12 شیلڈز بھی شامل ہیں۔۔۔" (الجزیرہ 2020/9/27)۔ آذری پارلیمنٹ نے چند جنگ زدہ شہروں اور علاقوں میں حالت جنگ کی منظوری دی اور جنگ سے متاثرہ علاقوں میں ایمرجنسی نافذ کی۔ دوسری طرف

آرمینیا نے حالت جنگ کا اعلان کرتے ہوئے اپنے سرکاری اکاؤنٹ پر شرک پر مبنی صلیب کی تصویر اپلوڈ کی جس میں ایک راہب ایک ہاتھ میں بندوق اور دوسرے ہاتھ صلیب اٹھائے ہوا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ میں کود چکے ہیں۔۔۔ آرمینیا کے وزیر اعظم نیکول پاشینیان نے اپنے خطاب میں اپنے ملک کا موقف پیش کرتے ہوئے کہا: "آذر بائیجان نے اس کی قوم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔۔۔ یہ بعید از امکان نہیں کہ یہ کشید گی خطے سے باہر نکل کر عالمی امن کے لیے خطرہ بن جائے۔ ترکی کے اقدام کا جنوبی قفقاز پر تباہ کن اثرات مرتب ہوں گے، انہوں نے بین الاقوامی برادری سے کہا کہ ترکی کو باکو اور یریفان کے درمیان قراباغ کے 1991 سے جاری تنازعے میں مداخلت سے باز رکھا جائے" (الجزیرہ 2020/9/27)۔

2۔ آذر بائیجان نے یہ ظاہر کیا کہ اس بار یہ جھڑپیں سنجیدہ ہیں اور جنگ فیصلہ کن ہے۔ چنانچہ آذری صدر الہام علییف نے 30 ستمبر 2020 کو کہا کہ، "قراباغ کے حوالے سے مذاکرات سنجیدہ نہیں تھے، مزید مذاکرات کی کوئی ضرورت نہیں، انہوں آذر بائیجان کی جانب سے اپنے سرزمین کی وحدت کے دفاع کے عزم کا اعادہ کیا اور کہا کہ آذری فوج نے متنازعہ علاقے میں حالیہ جھڑپوں میں میدان میں کامیابیاں حاصل کی ہیں اور کسی کے لیے آذری فوج کو ان علاقوں سے پسپا کرنا ممکن نہیں جن پر قبضہ کیا ہے۔ آذر بائیجان کی جانب سے جنگ بندی کی واحد شرط آرمینیائی فوج کا پیچھے ہٹانا ہے، اگر یریفان جنگ بندی چاہتا ہے تو اس شرط پر عمل کرے" انہوں نے کہا کہ "ہماری ایک ہی شرط ہے: آرمینیائی فوج ہماری سرزمین سے بلا تاخیر غیر مشروط مکمل پسپائی اختیار کرے۔ اگر آرمینیائی حکومت کو یہ منظور ہے۔۔۔ تو جنگ بندی ہو سکتی ہے اور خون بہنا رک سکتا ہے۔۔۔" (الجزیرہ، رشیا ٹوڈے 2020/9/30)۔ وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کو ترک حمایت کا یقین ہے، اس کو یہ گمان ہے کہ ترک حمایت سچی ہے اور وہ اس کی زمین آزاد کرائے گا۔۔۔

3۔ اس سال 12 جولائی 2020 کو بھی جھڑپیں ہوئی تھیں جو تین دن تک جاری رہیں تھیں، جو دو طرفہ جانی نقصانات کے بعد رک گئیں تھیں۔ یوں ترکی نے پہلی بار دو طرفہ بار فوجی مشقوں میں شرکت کے لیے بری فوج اور فضائیہ کے دستے آذر بائیجان بھیج دیے۔ یہ مشقیں 29 ستمبر 2020 کو شروع ہوئیں اور دو ہفتے جاری رہیں۔ ترکی نے یہ ظاہر کیا کہ وہ آذر بائیجان کے مسئلے اور آرمینیا کی جانب سے اس کی زمین پر قبضے کو اپنا مسئلہ سمجھتا ہے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ 1994 کی جنگ بندی کے بعد طرفین کے مابین کبھی کبھار جھڑپیں ہوتی رہیں، سب سے آخری جھڑپ جو 2016 کے اپریل کے اوائل سے شروع ہو کر 26 اپریل تک جاری رہیں، جنگ بندی کے بعد سب سے شدید جھڑپیں سمجھی جاتی ہیں، مگر ترکی نے آذر بائیجان کی حمایت میں کوئی مداخلت نہیں کی البتہ صدر اردوگان نے جھڑپوں میں ہلاک ہونے والوں کے

حوالے سے تعزیت کی اور آذر بائیجان کی حمایت کی بات کی مگر کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا! کیونکہ اس وقت کی صورت حال کا تقاضا تھا کہ امریکی منصوبے کے مطابق روس اور ترکی میں مفاہمت کی ضرورت تھی نہ کہ کسی قسم کے تصادم کی کیونکہ امریکہ نے دونوں کو شام میں اپنے وفادار حکومت کو بچانے اور اسلام کو روکنے کے لیے شامی انقلابیوں کو کچلنے کی ذمہ داری دی تھی۔ آذر بائیجان کے خلاف آرمن جارحیت روسی آشیر باد سے 1988 میں شروع ہوئی تھی، 1991 میں انہوں نے قراباغ کے علاقے پر قبضے کا اعلان کیا تھا، جہاں انہوں نے خود مختار جمہور ریاست کا اعلان کیا اور جنگ 1994 تک جاری رہی جس میں آذر بائیجان نے اپنی سرزمین کا 20 سے 24 فیصد کھو دیا جو کہ قراباغ میں شامل تھی۔ یہ علاقہ پانچ صوبوں پر مشتمل ہے جس کے پہلو میں ملک کے مغرب میں مزید 5 صوبے ہیں جبکہ آغدام اور فضولی صوبوں کے بڑے علاقے اس کے علاوہ ہیں۔ اس خطے کے تقریباً ایک ملین مسلمانوں کو بے گھر کر دیا گیا۔ روسی فوج نے براہِ راست مداخلت کی اور آج بھی روس آرمینیا کے پشت پر کھڑا ہے جو کہ آبادی، طاقت اور وسائل، ہر لحاظ سے آذر بائیجان سے بہت چھوٹا ملک ہے۔

4۔ ترکی امریکی مدار میں گردش کرتے ہوئے آذر بائیجان کے مسئلے سے کھیلتا ہے اور امریکی اوامر کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ 10 اکتوبر 2009 کو ترکی سوئیزر لینڈ کے شہر زیورخ میں آرمینیا کے ساتھ جامع امن معاہدے پر دستخط کر چکا ہے جس میں دونوں ملکوں کے درمیان موجود سرحدوں کا اعتراف کیا گیا ہے، دونوں ممالک کے درمیان سرحدیں کھولنے، سفارتی تعلقات قائم کرنے، سفیروں کے تبادلے، قونصل خانے کھولنے، ہر میدان میں علاقائی اور بین الاقوامی لحاظ سے مکمل تعاون کرنے، علاقائی اور بین الاقوامی تنازعات کو بین الاقوامی قواعد کے مطابق پرامن طریقے سے حل کرنے، دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے، خطے میں جمہوریت کو ترقی دینے، تاریخی مصادر اور دستاویزات میں تحقیق کے لیے بات چیت آگے بڑھانے یعنی آرمینیا کے اجتماعی قتل عام کے دعوں کے سوالات کے جواب دینے کی بات کی گئی ہے۔۔۔ یاد رہے کہ اس سے قبل اردوگان آرمینیا کی جانب سے آذر بائیجان کے علاقے قراباغ اور اس کے آس پاس سے مکمل انخلاء تک آرمینیا سے کسی قسم کی بات چیت سے انکار کر رہے تھے۔ یہ معاہدہ امریکی سابق صدر اوباما کے براہ راست مطالبے پر کیا گیا جس نے 6 اپریل 2009 کو ترکی کے اپنے دورے کے دوران ترکی سے آرمینیا کے ساتھ اپنے اختلافات ختم کرنے اور تعلقات بحال کرنے کا مطالبہ کیا جو 1993 میں سرحدیں بند کرنے سے منقطع ہو گئے تھے۔ اردوگان دوڑ پڑا اور آرمینیا کے ساتھ جامع امن کے اس معاہدے پر دستخط کیے اور آذر بائیجان کو خاطر میں بھی نہیں لایا نہ ہی آرمینیا کی

جانب سے آذر بائیجان کی زمین پر قبضے اور نہ ہی بے گھر اور پناہ گزین بننے والے ایک ملین سے زیادہ آذری مسلمانوں کے مسئلے کو خاطر میں لایا۔۔۔امریکی دفتر خارجہ نے اس معاہدے پر دستخط کو ایک تاریخی واقعہ قرار دیا تھا۔

5۔آذر بائیجان نے اس وقت بھی مقبوضہ آذری زمین سے آرمنوں کے نکلنے سے پہلے ترکی کی جانب سے اس معاہدے پر دستخط کرنے پر تنقید کی تھی۔آذر بائیجان نے ترکی کو اس کا سابقہ وعدے یاد دلایا کہ وہ آرمنوں کے آذری زمین سے نکلنے سے قبل آرمینیا کے ساتھ سرحد نہیں کھولے گا اور نہ ہی اس کے ساتھ تعلقات قائم کرے گا۔ایلاف ویب سائٹ نے 10 اکتوبر 2009 خبر شائع کی کہ "ترک اور آرمن وزرائے خارجہ نے ہفتے کی شام زیورخ (سوئیزرلینڈ) میں طرفین کے مابین تعلقات کے قیام کے لیے دوطرفہ معاہدے پر دستخط کر دیے۔ دستخط کے بعد دونوں وزرائے خارجہ اڈورڈ نالبندین اور احمد داود اوگلو نے ایک دوسرے کے ساتھ طویل مصافحہ کیا۔۔۔یورپی اور ایشیائی امور کے لیے نائب امریکی سیکریٹری خارجہ ویل گورڈن نے کہا: آج شام (ہفتے کی شام) ہم نے ایک تاریخی واقعے میں شرکت کی"۔۔۔گورڈن کے ساتھ امریکی سیکریٹری خارجہ ہیلری کلنٹن چھ یورپی شہروں کے پانچ روزہ دورے پر لندن پہنچ گئی۔لندن پہنچنے سے قبل کلنٹن نے زیورخ میں آرمینیا–ترک معاہدے پر دستخط کی تقریب میں شرکت کی۔۔۔دوسری طرف اعلیٰ امریکی عہدہ دار نے کہا کہ اوباما اس معاہدے کے حوالے سے "پرجوش" ہے کیونکہ یہ "آگے بڑھنے کی طرف اہم قدم ہے"۔۔۔جبکہ آذر بائیجان نے اتوار کو آرمینیا اور ترکی کے درمیان تعلقات کے بحالی کے معاہدے پر تنقید کی اور خبردار کیا کہ ترک آرمن سرحدوں کو کھولنا جنوبی قفقاز کے امن واستحکام کو تہ بالا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔۔۔آذری وزارت خارجہ نے اپنے بیان میں کہا کہ "آذر بائیجان کے مقبوضہ علاقوں سے آرمن فوج کے نکلنے سے قبل آرمینیا اور ترکی کے درمیان تعلقات کی بحالی آذر بائیجان کے مفاد میں نہیں اور اس کی وجہ سے ترکی اور آذر بائیجان کے درمیان تاریخی برادارانہ تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں"۔۔۔(ایلاف ہفتہ 10 اکتوبر 2009)۔

6۔اردوگان اور ترکی نے کوئی عملی قدم اٹھانے کی بجائے زبانی جمع خرچ سے آذر بائیجان کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ ترکی نے معاہدے میں آرمینیا کے قراباغ کے علاقے سے نکلنے کی کوئی شرط ہی نہیں رکھی تھی بلکہ اس کو ویسے ہی قبول کیا تھا! مگر نو سال بعد مارچ 2018 میں روس کے دباؤ اور اس کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے آرمینیا نے رسمی طور پر اس معاہدے کو کالعدم کرنے کا اعلان کر دیا۔یوں ترکی کے ذریعے آرمینیا کو روس سے لینے کا موقع امریکہ کے ہاتھ سے نکل گیا، بلکہ روس نے آرمینیا میں اپنے اثر ورسوخ کو مزید مضبوط کیا آرمینیا کے گیومری اڈے میں اپنے میزائل ڈیفنس شیلڈ کو مزید مضبوط کر دیا۔اسی طرح جنوری 2015 میں روس نے میگ-29 جہاز پہنچا دیے، ہزاروں فوجی ٹینک اور فضائی دفاعی

نظام ایس ای 6 اور دور مار میزائل نظام ایس 300 نصب کردیے۔روس آرمینیا کو "یوریشیا اکنامک یونین" کی اپنی مارکیٹ میں شامل کر دیا جس پر عمل درآمد یکم جنوری 2015 کو ہوا جس میں بیلاروس، قازقستان اور قرغیزستان شامل ہیں۔یوں یہ ممالک جن میں آرمینیا بھی ہے ہر شعبے میں اشیاء اور خدمات کی آزادی کے نام سے روسی مصنوعات کی منڈی بن گئے اور اس مارکیٹ کی مشترکہ جی ڈی پی 5 ٹریلین امریکی ڈالر ہے جس کا بیشتر حصہ روس کے فائدے میں ہے۔

7۔اس سب کے بعد امریکہ نے آذربائیجان میں اپنے اثر ورسوخ کو بڑھانے اور روسی اثر کو کم کرنے، پھر آرمینیا میں گھسنے کے لیے دوسرے طریقے ڈھونڈنا شروع کیا۔اسی لیے ترکی کو آذربائیجان کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی تعلقات کے ساتھ عسکری تعلقات کو بھی فروغ دینے اور آرمینیا پر دباؤ ڈالنے کا کہا تاکہ امریکی اثر ورسوخ کا دروازہ کھولا جاسکے۔اسی لیے گزشتہ ستمبر کی جھڑپیں شروع ہوئیں یعنی یہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا تاکہ ترکی کے لیے عسکری مداخلت کا موقع پیدا کیا جائے اور وہ تربیت اور مشترکہ مشقوں کے نام پر اپنی فوج بھیج سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ جھڑپیں شدت اختیار کر گئیں اور طرفین نے اعلان جنگ کر دیا۔ان جھڑپوں کے فوراً بعد ترک صدر نے 27 ستمبر 2020 کو ٹوئیٹ کیا کہ، "عالمی برادری نے دہرا معیار اپنایا ہوا ہے اور اس نے آرمن اشتعال انگیزی کے خلاف مطلوبہ اور کافی رد عمل کا اظہار نہیں کر سکا۔افسوس ہے کہ مینسک گروپ 30 سال سے جاری اس مسئلے کو حل کرنے میں ناکام ہوا ہے۔۔۔۔خطے میں امن آرمن فوج کے 1992 میں قبضہ کیے گئے آذری زمین سے نکلنے سے ہی قائم ہو سکتا ہے۔ترکی اپنے بھائی اور دوست آذربائیجان کے شانہ بشانہ کھڑا ہے" (ترک نیوز ایجنسی 2020/9/28)۔مگر اردوگان اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ لوگ بھول جاتے ہیں! اس نے بھی 2009 میں امریکہ کی خدمت کرتے ہوئے آرمینیا کے ساتھ کیے جانے والے معاہدے سے آنکھیں چرائی جس معاہدے میں آرمینیا سے آذری زمین سے فوج واپس بلانے کا ذکر ہی نہیں تھا نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ تھا!

8۔آرمینیا نے ترکی کے ساتھ معاہدے پر دستخط کرنے کے نو سال بعد اس سے دستبردار ہو گیا تو امریکہ آرمینیا میں گھس نہ سکا، تب اردوگان نے مذکورہ مقبوضہ زمین سے آرمن فوج کو نکالنے کا مطالبہ کیا۔اپنے گہرے دوست، جیسا کہ وہ خود کہتا ہے، پوٹین پر تنقید کی، اور ماکرون پر بھی تنقید کی اور کہا، "میں نے اس معاملے میں روسی صدر پوٹین اور فرانسیسی صدر ماکرون سے بات چیت کی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا" (ترک نیوز ایجنسی 2020/10/1)۔اردوگان نے اپنے اتحادی اور دوست، جیسا کہ خود کہتا ہے، ٹرمپ پر تنقید نہیں کی، اس پر کیسے تنقید کرے وہی تو پس پردہ بلکہ کھل کر اس کا محرک ہے؟! اگرچہ امریکہ نے سفارتی اسالیب کے ذریعے کھیل کھیلا ہے مگر یہ معاملہ ہر دیدہ وبینا رکھنے والے کے لیے واضح ہے۔۔اس کے باوجود امریکی صدر ٹرمپ نے 27 ستمبر 2020 کی شام کو پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا،

"امریکہ آرمینیا اور آذر بائیجان کے درمیان شروع ہونے والی پر تشدد کارروائیوں کو روکنے کوشش کر رہا ہے۔۔۔اس میدان میں ہمارے بڑے اچھے تعلقات موجود ہیں، ہم دیکھیں گے کہ کیا ہم یہ روک سکتے ہیں"(الجزیرہ 2020/9/27)۔یعنی وہ جب ان کو روکنے کو ضروری سمجھے گا تب رکوائے گا،اسی لیے اس نے یہ نہیں کہا کہ امریکہ حل نکالنے کے لیے اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرے گا اور طرفین پر دباؤ ڈالے گا بلکہ ہلکی پھلکی بات کرتے ہوئے کہا" اگر اس کو روکنا ہمارے لیے ممکن ہو" حلانکہ یہ وہ ریاست ہے جو کسی کام کو روکنا چاہے تو اپنا پورا وزن استعمال کرتی اور مکمل دباؤ ڈالتی ہے! امریکی دفتر خارجہ نے بھی اپنے بیان میں کہا کہ " وہ اس کشیدگی کی شدید مذمت کرتی ہے اور نائب سیکریٹری خارجہ اسٹیفن بیگون آرمینیا اور آذر بائیجان کے وزرائے خارجہ سے تشدد کو روکنے اور مینسک گروپ میں شریک سربراہوں سے تعاون کا مطالبہ کیا ہے تاکہ جلد سے جلد مذاکرات شروع کرنے کے ہدف کو حاصل کیا جائے۔۔۔ واشنگٹن اس مسئلے کے پرامن پائیدار حل کے لیے طرفین سے تعاون کا پابند ہے"(الجزیرہ قطر، العالم ایران 2020/9/27)۔

انہوں نے آرمن اور آذری دونوں سے تشدد کو روکنے کا مطالبہ کیا، کیونکہ امریکہ کا نشانہ دونوں ممالک ہیں جہاں روسی اثر ورسوخ کو کمزور کرکے اپنے اثر ورسوخ کو بڑھایا جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ترکی کے تمام اقدامات امریکی مرضی سے ہیں اور اس نے امریکی اشارے پر ہی آذر بائیجان کی طرف حرکت کی ہے، ورنہ اگر ان اقدامات کے پس پردہ محرک امریکہ نہ ہوتا تو پھر ترک صدر کے ترجمان ابراھیم قالین کا 29 ستمبر 2020 کو امریکی قومی سلامتی کے مشیر روبرٹ اوبرائن کے ساتھ ٹلیفونک گفتگو کی کیا ضرورت تھی جیسا کہ اناتولیہ نیوز ایجنسی نے کہا ہے؟

9۔اردوگان اور اس کے عہدہ داروں نے سلامتی کونسل کی ظالمانہ قراردادوں اور مینسک گروپ کی قراردادوں کو نافذ کرنے کے لیے مذاکرات شروع کرنے کا مطالبہ جو کہ 1992 میں سلامتی کونسل اور یورپی تعاون اور اس کے قائدین امریکہ روس اور فرانس کی طرف سے ہیں۔۔۔ حلانکہ یہ قراردادیں آرمینیا کے حق میں ہیں اور اس کے مفاد میں جنگ بندی کے لیے ہیں۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ جان بوجھ کر صورتحال کو گرمایا جارہا ہے تاکہ پھر ایسے سیاسی اور سفارتی اقدامات اٹھائے جائیں جن سے امریکہ جیسے چاہے دباؤ ڈالے۔ بہت ساری جنگیں سیاسی اور سفارتی اقدامات شروع کرنے کے لیے وسیلے کے طور پر کی جاتی ہیں جو کہ امریکہ کے اشارے پر ہوتی ہیں،اسی لیے ہر طرف سے مذاکرات شروع کرنے، سیاسی حل ڈھونڈنے اور سلامتی کونسل کے قراردادوں پر عملدرآمد کرنے کی صدائیں آنے لگی ہیں۔ ترک عہدہ داروں کی جانب سے آذر بائیجان کی حمایت میں سلامتی کونسل کے قراردادوں پر عملدرآمد کرتے ہوئے سیاسی حل کے لیے

مذاکرات شروع کرنے کے مطالبے تسلسل سے ہو رہے ہیں۔ وزیر خارجہ جاویش اوگلو نے انقرہ میں آذری سفارت خانے کے دورے کے دوران کہا کہ، "آذر بائیجانی سرزمین کی وحدت کے حوالے سے اقوام متحدہ، یورپی کمیشن اور یورپی تعاون تنظیم کی قراردادیں واضح ہیں، اگر ارمینیا نہیں نکلتا تو مسئلہ حل نہیں ہوگا" (الجزیرہ 2020/9/29)۔ یاد رہے کہ یہ تمام قراردادیں قراباغ کے بالائی علاقوں کے لیے نہیں بلکہ دوسری اراضی کے حوالے سے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آذر بائیجان کے مسئلے کے حوالے سے سازش کی جارہی ہے۔

10۔ روس ہی آرمینیا کا پشت پناہ ہے ورنہ یہ آذر بائیجان کے مقابلے میں رقبے، آبادی، طاقت اور وسائل ہر لحاظ سے کمزور ہے۔ روس ہی آرمینیا کو اسلحہ، امداد اور بقاء کے لیے ضروری ہر چیز فراہم کرتا ہے۔ آرمینیا اجتماعی امن کی اس تنظیم کا رکن ہے جس کا سربراہ روس ہے اور روس کا آرمینیا میں بڑی عسکری موجودگی ہے اس لیے روس کا اس سے دستبردار ہونا بہت مشکل ہے ورنہ اس سمت سے اس کی پشت خالی ہو جائے گی اور یہ شمالی قفقاز تک رسائی کی شروعات ہوں گی جو کہ روسی فیڈریشن کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف نے اپنے آرمینیائی ہم منصب زوھراب مناتسکانیان کے ساتھ ٹی وی چینل سے بات چیت کے دوران "قراباغ میں جارحیت کے حوالے سے سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے جنگ بندی کی ضرورت پر زور دیا" (سپوٹنیک 2020/9/27)، جو کہ روس کی جانب سے آذر بائیجان کے خلاف آرمینیا کی مدد کا اشارہ ہے۔

آرمینیا پر تنقید کرنے والے ترکی کو روس کی بھی مذمت کرنی چاہیے جو کہ آذر بائیجان کے خلاف آرمینیا کی مدد کر رہا کر رہا ہے اور وہاں اپنا اثر ورسوخ بڑھا رہا ہے۔ روسی مدد کے بغیر آرمینیا آذر بائیجان پر حملے کی جرات ہی نہیں کر سکتا اور دشمن کی مدد کرنے والا دشمن ہوتا ہے۔ مگر ترکی اور اردوگان کے روس کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں اور شام کے مسلمانوں کے خلاف اس کے ساتھ اتحاد قائم کر کے بشار اسد حکومت کو بچا رہا ہے۔ ساتھ یہ امریکہ کا آلہ کار بن کر روس کے ساتھ کھیلنے اور اس کو امریکی مفادات کے لیے استعمال کرنے میں مصروف ہے۔ تاہم روس کا اپنے اہم علاقوں سے دستبردار ہونا آسان نہیں جیسا کہ یوکرین اور جارجیا میں ہوا۔ اسی لیے اس معرکے میں کوئی فیصلہ کن رسہ کشی نہیں ہوگی بلکہ سیاسی اور سفارتی اقدامات ہی روس کو دھوکہ دینے میں زیادہ کامیاب ثابت ہوں گے۔

11۔ جہاں تک یہاں فرانس کی موجودگی کی بات ہے یہ مختلف ہے، اس کا یہاں کوئی اثر ورسوخ نہیں، یہ اپنے آپ کو بڑی ریاست ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے، یہ سلامتی کونسل اور یورپی تعاون کے قراردادوں کے مطابق آذری اور آرمن

مسئلے کے حل اور دائمی جنگ بندی کی ضمانت کے لیے 1992 میں تشکیل پانے والے مینسک گروپ میں اپنی رکنیت کو بچانا چاہتا ہے۔ یہ ترکی کی راہ میں روکاوٹ بننے کی کوشش کر رہا کیونکہ ترکی امریکی مدار میں گردش کی وجہ سے یورپ بشمول فرانسیسی بالادستی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔ ماکرون نے 30 ستمبر 2020 کو لاتفیا میں پریس کانفرنس میں کہا کہ مجھے "آذربائیجان کی حمایت میں ترکی بیانات کا علم ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ خطرناک اور جارحانہ ہیں۔ فرانس ترکی کی جانب سے گزشتہ چند گھنٹوں میں جنگ کو بھڑکانے والے پیغامات سے تشویش محسوس کرتا ہے، جن کی وجہ سے آذربائیجان ناگورا قراباغ میں دوبارہ جنگ شروع کر سکتا ہے اور ہم اس کو کبھی قبول نہیں کریں گے" (رائیٹرز 2020/9/30)۔ اس کے جواب میں ترک وزیر خارجہ جاویش اوگلو نے 30 ستمبر 2020 کہا "فرانس کی آرمینیا کی حمایت آذربائیجان میں آرمینیائی قبضے کی مدد تک پہنچ چکی ہے" (اناتولیہ 2020/9/30)۔

فرانس اپنے آپ کو ایک متضاد موقف میں ایک "پاک صاف" غیر جانبدار ثالث ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے یہ وہ ملک ہے جو سیاسی داؤ پیچ میں ماہر نہیں، اس کا موقف ہمیشہ بے نقاب ہوتا ہے جب یہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے تو اس میں تضاد ظاہر ہو جاتا ہے۔ جھڑپوں کے بعد فرانسیسی دفتر خاجہ کے ترجمان فون دیر مول نے اپنے بیان میں کہا، "فرانس کو قراباغ وسیع پیمانے پر ہونے والے جھڑپوں اور جانی نقصان پر سخت تشویش ہے، خاص طور پر سویلین اموات پر اور ہم فوری جنگ بندی اور مذاکرات شروع کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔۔۔۔ فرانس مینسک گروپ کا رکن ہونے کے ناطے اپنے شرکاء روس اور امریکہ سے اس چپقلش میں بین الاقوامی قانون کے دائرے میں مذاکرات اور حل ڈھونڈنے کی پابندی کا مطالبہ کرتا ہے" (سپوٹینک 2020/9/27)۔ ساتھ ہی فرانس اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے کینہ اور بغض کا اظہار کرتا ہے چاہے یہ اندرونی طور پر آزادیوں اور پھر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے میں تناقض اور بے نقاب موقف کی شکل میں ہو یا خارجی طور پر ہو، وہ آرمن اور دوسرے نصاری کے مسائل کو اپنے نفوذ کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کو دھوکہ دینا آسان ہے، پہلی جنگ عظیم کے دوران بھی ان کو دھوکہ دیا اور ان کو خلافت عثمانیہ کے خلاف بھڑکایا جو صدیوں سے ان کی اچھی طرح پرورش کر رہی تھی۔ فرانس نے ان سے اناتولیہ میں وطن کا وعدہ کیا تو انہوں نے خلافت عثمانیہ سے خیانت کی اور فرانس کی جانب سے بھڑکائے جانے پر ہی بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اگر ان میں عقل ہوتی تو ان کا مفاد اسلامی ریاست کے زیر سایہ ذمی بن کر امن سے رہنے میں ہی تھا جو ان کے ساتھ انصاف کرتی تھی ان کو استعمال نہیں کرتی تھی جیسا کہ استعماری ملک فرانس نے ان کو استعمال کیا۔

12۔ جہاں تک سلامتی کونسل کے ان قراردادوں کی بات ہے جن پر عمل کرنے کا مطالبہ بعض ممالک بشمول ترکی کرتے ہیں وہ قراردادیں قراباغ کے لیے نہیں جس پر آرمنوں نے قبضہ کرکے جمہوریہ کا اعلان کیا ہوا ہے۔ پہلی قرارداد 30 اپریل 1993 کو منظور کی گئی جس کی شق نمبر 822 میں فوراًاور مستقل جنگ بندی کا مطالبہ کیا گیا۔ آرمن فورسز سے زانگیلان، گورادیز کیلیجدار شہر سمیت کچھ آذری علاقوں سے نکلنے کا مطالبہ کیا گیا مگر مقبوضہ قراباغ اس میں شامل نہیں تھا۔ اسی سال دوسری قراردادیں بھی پاس کی گئی جس سے اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ قرارداد نمبر 85329 ستمبر 1993 کو منظور کی گئی جس میں گزشتہ قرارداد کی تائید کی گئی اور آگدام اور دوسرے آذری علاقوں پر قبضے کی مذمت کی گئی اور آرمن حکومت سے ان علاقوں سے انخلاء کا مطالبہ کیا گیا اور آرمینیا کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ قرارداد نمبر 822 پر عمل کے لیے قراباغ پر دباؤ ڈالے۔ اسی سال 14 اکتوبر کو قرارداد نمبر 874 کا اجرا کیا گیا جس میں طرفین کے درمیان امن کے عمل کی حمایت کا اعادہ کیا گیا اور فوری اقدامات کے لیے ٹائم فریم دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ آذربائیجان نے اس قرارداد کو مسترد کیا کیونکہ اس میں آذری مقبوضہ سرزمین قراباغ سے آرمینیائی فورسز کے انخلاء کو آرمینیا پر عائد پابندیوں کو ہٹانے سے مشروط کیا گیا تھا۔ آذربائیجان کی حکومت نے شکست خوردہ فریق کی طرح شکایت کی۔ اس ٹائم فریم میں نئے مقبوضہ علاقوں سے فوج کے انخلاء کی بات کی گئی تھی، اسی طرح مواصلات اور نقل وحمل سمیت تمام ان دوسرے مسائل کے سامنے تمام رکاوٹوں کو ہٹانے کی بات کی گئی جس کا کونسل نے احاطہ نہیں کیا تھا، ان سب کو پرامن مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے گا۔ 12 نومبر 1993 کو یعنی اسی سال قرارداد نمبر 884 منظور کی گئی جس میں سابقہ قراردادوں کی تائید کی گئی اور طرفین کی جانب سے جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کی مذمت کی گئی خاص کر زنگیلان اور ھورادز شہر میں۔ اس میں آرمن قابض فوج سے زنگیلان اور گوراسیز شہر سے انخلاء اور آذربائیجان کے کچھ مضبوضہ علاقوں سے نکلنے کا مطالبہ کیا گیا۔۔۔ سلامتی کونسل کی تمام قراردادوں میں قراباغ سے انخلاء کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں۔ ان قراردادوں میں اس بات کو پیش نظر رکھا گیا کہ آذربائیجان کی سرزمین میں سے کراباغ کے سوا باقی علاقوں سے انخلاء کا ٹائم فریم دینے کی بات کی گئی۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مذاکرات ہوئے اور معاہدہ ہو گیا تو یہ علاقہ یعنی قراباغ کے علاقے کی خصوصی حیثیت ہوگی، باقی آذری زمینوں سے انخلاء کے بعد یہ آرمنوں کے ماتحت ہوگا۔ ترکی ان قراردادوں پر عمل کا مطالبہ کرتا ہے جن میں قراباغ سے انخلاء کا کوئی مطالبہ نہیں، جیسا کہ وہ شام میں سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل کا مطالبہ کرتا ہے جن میں حکومت ختم کرنے کا نہیں بلکہ اس کی حفاظت اور لبرل نظام کی بقاء کی بات کی گئی ہے۔ اسی طرح ترکی فلسطین میں دوریاستی

حل کو عملی جامہ پہنانے کا مطالبہ کرتا ہے جس میں یہود کی جانب سے 80 فیصد فلسطین غصب کرنے والے یہودی وجود کا اعتراف کیا گیا ہے۔۔۔یوں قراباغ کا مسئلہ اپنی جگہ ہے اور جنگ بندی آرمینیا کے لیے کامیابی ہے۔ مینسک گروپ نے مسئلے کے حل کی کیفیت کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ مذاکرات کس بنیاد پر ہو رہے ہیں سوائے سلامتی کونسل کے قراردادوں کے مطابق حل کرنے کی باتوں کے، مگر سیاق وسباق، صورتحال اور گول مول باتوں کو دیکھ کر یہ لگ رہا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ آذر بائیجان قراباغ پر آرمن قبضے کو تسلیم کرلے اور اس سے دستبردار ہو جائے اور اس کو اس کے مسلمان باشندوں سے مکمل خالی کر کے ان کی جگہ آرمن کفار نصاری کو بسایا جائے، جس کے مقابلے میں آرمینیا باقی پانچ مقبوضہ صوبوں سے انخلاء کرے جیسے آگدام فضولی کے صوبے یوں یہ مسئلہ اس طرح حل کیا جائے گا۔ جیسا کہ فلسطین میں کیا گیا؛ جہاں یہود اور ان کے پشت بان امریکہ نے تنظیم آزادی فلسطین اور عرب اور اسلامی دنیا کے حکمرانوں سے یہود کی جانب سے 80 فیصد فلسطین پر قبضے کو تسلیم کروایا بلکہ ان خائن حکمرانوں نے یہ ان کے حوالے کیا اور پھر 1967 تک قبضہ کیے گئے کے علاوہ یعنی باقی 20 فیصد پر مذاکرات ہو رہے ہیں، یہ تب ہوا جب انہوں نے جنگ بندی قبول کی اور سلامتی کونسل کے قرارداد نمبر 242، 243 کو قبول کیا جو 5 جولائی 1967 کے بعد قبضہ کیے گئے علاقوں سے یہود کے انخلاء کی بات کرتے ہیں اس سے قبل کی نہیں۔

13۔ یوں ترکی کا یہ اہتمام کسی خیر کی نوید نہیں۔ جس مسئلے میں بھی ترکی اور اردوگان مداخلت کرتا ہے وہ حق دار کے خلاف اور امریکہ کے مفاد میں ہوتا ہے جیسا کہ شام میں ہوا۔ ترکی نے اپوزیشن پر دباؤ ڈال کر مسلح گروپوں اور بشار حکومت کے درمیان کشیدگی میں کمی اور جنگ بندی کروائی جبکہ بشار حکومت نے کبھی بھی اس کی پابندی نہیں کی۔ اسی طرح بشار کے پشت پناہ ایرانی حکومت اور روس نے اس جنگ بندی کا کبھی خیال نہیں رکھا چنانچہ وہ گروپس ایک کے بعد ایک علاقہ واپس بشار کو دیتے ہوئے پیچھے ہٹتے گئے۔ اسی طرح لیبیا میں ہوا جہاں ترکی نے سراج حکومت کی مدد کی اور جس اس کی فوج سرت اور جفرہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگی تو ترکی نے فوراً امداد روک کر سراج سے مستقل جنگ بندی اور اور حفتر کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کا مطالبہ کیا جس کو وہ ناجائز کہتا تھا! اس لیے یہ بعید از امکان نہیں کہ ترکی کی جانب سے آذر بائیجان کی مدد اس کے موقف میں نرمی لانے کے لیے اور اس پر دباؤ ڈالنے کے لیے ہو۔ ترک عہدہ داروں کے بیانات اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، جہاں ابھی تک ان مذاکرات کے لیے جمود کو توڑنے میں کامیابی نہیں ملی جو مینسک خاص کر امریکہ کی قیادت میں ہوں گے تاکہ آذر بائیجان قراباغ کے مسئلے میں پسپائی اختیار کرے، جبکہ اس وقت وہ قراباغ کو بزور قوت قابضوں سے واپس لینے کا عہد کر رہا ہے۔ امریکہ، روس اور فرانس کے لہجے اور ان کے آرمن نواز ذرائع ابلاغ سے ہی

اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو آرمینیا کا حصہ قرار دے رہے ہیں اور سلامتی کونسل کی قراردادیں بھی یہی تین ممالک پیش کرتے ہیں اور دوسرے ممالک ان کی تائید کرتے ہیں۔اس علاقے میں ایک جمہوریہ تشکیل دی گئی ہے جو بظاہر آرمینیا سے الگ ہے،تاکہ مذاکرات مشکل ہوں اور یہ علاقہ اپنے خودمختار ڈھانچے سے دستبردار نہ ہوتا کہ آرمینیا براہ راست ذمہ دار نہ ہو اور دباؤ ڈالے جانے کی صورت میں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ ہو۔اس مسئلے بلکہ اس کے علاوہ مسائل میں بھی اردوگان کا موقف قابل اعتبار نہیں۔ تیس سال پہلے فریقین کے درمیان جنگ شروع ہونے کے بعد سے اب تک ترکی نے آذربائیجان کی مدد نہیں کی اور اب بھی اس بات کا خوف ہے کہ یہ حمایت آذربائیجان کو قابو کر کے اس کو اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کرنے کے لیے ہے!

14۔آذربائیجان اسلامی سرزمین ہے،اس کے باشندوں کی غالب اکثریت مسلمان ہے مگر یہاں لبرل ازم نافذ ہے جو کہ کمیونزم کا تسلسل ہے جس میں دین کو ریاست اور معاشرے سے الگ رکھا جاتا ہے۔اس ملک کو آرمینیا کے ساتھ تیسرے خلیفہ راشد عثمان بن عفانؓ کے عہد میں فتح کیا گیا تھا۔اس لیے اسلامی سرزمین کو امریکہ یا روس سے بچانے اور آزاد کرانے کے لیے ترکی یا ایران پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ان سے ہی تعاون کرتے ہیں۔مسلمانوں کی نجات صرف نبوت کے طرز پر خلافت راشدہ کے قیام میں ہے جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے

«إِنَّكُمْ فِي النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً عَاضّاً، فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»

"تم میں نبوت موجود ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اس کو اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے طرز پر خلافت ہو گی اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کو اٹھا لے گا۔ جس کے بعد (کرسی سے) چمٹنے والی حکومت ہو گی اور وہ بھی اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو اٹھا لے گا۔ اس کے بعد جابرانہ حکومتیں ہو گی اور اس وقت تک رہیں گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ چاہے گا ان کو اٹھا لے گا۔ اس کے بعد نبوت کے طرز پر خلافت ہو گی"۔

18 صفر 1442ھ/5 اکتوبر 2020

Back to Index

وہ کس خوش قسمت مسلم علاقے کی فوج ہے جو خلیفہ راشد کی قیادت میں ہمارے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف حرکت میں آئے گی؟

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

جب مسلمان ربیع الاول کے مبارک مہینے میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور ان کی انسانیت پر مہربانیوں کو یاد کر رہے ہیں تو اسی دوران 21 اکتوبر 2020 کو فرانس کے دو شہروں مونٹ پیلیئر اور ٹولوس (Montpellier and Toulouse) کی سرکاری عمارتوں پر فرانسیسی طنزیہ اخبار چارلی ہیبڈو میں شائع ہونے والے رسول اللہ ﷺ کی توہین پر مبنی خاکوں کو کئی گھنٹوں تک دیکھایا گیا۔ اس واقع کے خلاف مسلم دنیا میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن مسلم دنیا کے حکمران بے حس اور گونگے بنے ہوئے ہیں جیسے لاشیں ہوں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ "تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے"** (بخاری و مسلم)۔ اگرچہ مسلم دنیا کے حکمرانوں کی کمانڈ میں مشترکہ طور پر کئی ملین کی فوج ہے جو رسول اللہ ﷺ کی عزت کے دفاع میں اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے تیار ہیں، لیکن ان حکمرانوں نے ایسا کوئی قابل ذکر قدم نہیں اٹھایا جس کے ذریعے مغربی ریاستوں کو مستقل طور پر ان کے شیطانی عزائم سے باز رکھا جا سکے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! اسلام کی حرمات کی مسلسل توہین کی جا رہی ہے اور کفار کو منہ توڑ جواب نہیں دیا جا رہا کیونکہ ہم پر ایسے حکمران مسلط ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمان ہیں۔ کفار ہمارے دین، ہمارے رسول ﷺ، ہماری حرمات، زندگیوں، زمینوں اور عزتوں کے خلاف مسلسل حملوں سے کبھی نہیں رکیں گے جب تک ہم اپنی ڈھال، خلافت، ایک بار پھر قائم نہیں کر لیتے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کرے گی۔ یہ خلافت ہی تھی جس نے عثمانی خلیفہ عبدالحمید دوئم کے دورِ حکمرانی میں فرانس اور برطانیہ دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف توہین آمیز اسٹیج ڈرامہ چلانے سے روک دیا تھا جب خلیفہ عبدالحمید نے دونوں ریاستوں کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے کی دھمکی دی۔ اور آج بھی یہ خلیفہ راشد ہی ہو گا جو ہماری افواج کے شیروں کو حرکت میں لائے گا جو موت کی صورت میں شہادت سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی کفار موت سے خوف کھاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ كَانَ لَهُ بِذَلِكَ**

أَجْرٌ وَإِنْ يَأْمُرْ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ "امام (خلیفہ) ڈھال ہے اس کے پیچھے مسلمان لڑتے ہیں (کافروں سے) اور اس کی وجہ سے لوگ بچتے ہیں تکلیف سے (ظالموں سے اور لٹیروں سے) پھر اگر وہ حکم کرے اللہ سے ڈرنے کا اور انصاف کرے تو اس کو ثواب ملے گا اور جو اس کے خلاف حکم دے تو اس پر وبال ہو گا" (مسلم)۔

اے افواج پاکستان میں موجود مسلمانو! کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان کے دفاع میں خلیفہ راشد آپ کو سب سے پہلے حرکت میں لائے؟ تو آپ میں سے کون ہے جو سب سے پہلے خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کرے گا تاکہ خلافت ان کفار کو سبق سکھانے کے لیے آپ کو حکم دے اور کفار شیاطین کا پڑھایا سبق بھول جائیں؟ وہ کون سی خوش قسمت مسلم فوج ہو گی جو سب سے پہلے، ہمارے آقا اور آخری رسول ﷺ کی سنت پر چلتے ہوئے نبوت کے نقش قدم پر خلافت کو بحال کرے گی؟ جنت کے حصول کے لیے اپنی نصرۃ فراہم کریں تاکہ آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آخرت کے سب سے بڑے انعام جنت کے سب سے اعلیٰ درجے میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے، اور یہ وہ رفاقت ہے جس کا لطف آپ اس عارضی دنیا میں حاصل نہیں کر سکتے۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

Back to Index

نصرة

نصرة وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دار و مدار ہے کیونکہ نصرة کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امتِ مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرة کی دلیل ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرة دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرة فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکے اور ایک خلیفہ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ صلی اللہ و سلم کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «**ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ** » "**پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی**" (مسند امام احمد)